پیا کا گھر پیارا لگے۔سیدہ تہمینہ زہرا

"پلیز...... بھابی جان!...... آپ آخر میری خدمات سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتیں؟" سنی نے اسٹول پر بیٹھتے ہوئے تیزی سے سبزی کاٹتی شہر بانو کا ہاتھ پکڑ کر التجا کی۔

"کس سلسلے میں بھئی؟" شہر بانو کو حیرت سی ہوئی اس کے لاڈ پر۔

"وہ...... لڑکی کے سلسلے میں......" سنی قدرے جھجک کر بولا تو شہر بانو کی سمجھ میں ساری بات آ گئی لیکن بھلا وہ اسے اتنی آسانی سے کہاں بخشنے والی تھی۔

"لڑکی...... ارے نہیں سنی...... مجھے ان ماسیوں پر بالکل بھروسہ نہیں ہے...... ایک کام کرتی ہیں اور سو نقصان کرتی ہیں...... پھر چوریاں الگ......"

"بھابی! میں تو......"

"ہاں...... پتہ ہے مجھے...... میرے سوہنے ویر کو میری فکر ہے لیکن......"

افوہ بھابی!...... آخر آپ کو مسئلہ کیا ہے...... مجھے بولنے تو دیں......" آخر وہ تنگ آ کر چلایا تو بچاری شہر بانو سہم گئی لیکن اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئی۔

"اب تم بھلا کیا بولنا چاہتے ہو...... میں نے جب کہہ دیا مجھے کام کیلئے لڑکی نہیں چاہئے پھر خالہ......"

"خدا کے لیے...... بھابی! میں شادی کے لئے لڑکی کی بات کر رہا ہوں"۔ اس نے دانت پیستے ہوئے واضح الفاظ میں کہا لیکن شہر بانو ہنوز ناسمجھی کا مظاہرہ کرتی رہی۔

"ہیں...... شادی کے لئے...... اس کی بھی فکر نہ کرو...... خالہ نے گاؤں سے عورتیں بلوائی ہیں سب کام......"

"شک تو پہلے ہی تھا تمہاری برائی کا مجھے...... لیکن آج یقین آ گیا تمہاری فطرت پکی بھابیوں والی ہی ہے...... رانیہ کی شادی کروا رہی ہیں مجھ سے پہلے اور مجھ سے

urdunovels.net

پوچھا تک نہیں کہ کہیں میرا ابھی ایسا کوئی پروگرام تو نہیں ہے" ۔وہ اپنی اصلیت پر آ گیا سارا لحاظ بالائے طاق رکھے بولتا چلا گیا تو اس کی حالت پہلے سے بھی بڑھ کر شہر بانو کو مزا دینے لگی وہ ہنستی چلی گئی۔

"آخر آپ چاہتی کیا ہو......" سنی بری طرح تنگ آ چکا تھا۔

"چاہتی تو ہوں ایک بہت پیاری سی لڑکی ......گوری سی ......اسمارٹ اور تمہارے جتنی تو ضرور پڑھی لکھی ہو......تا کہ تمہارے لیول پر پوری اترے"۔

اس کا لہجہ بولتے بولتے بھاری سا ہو گیا اور آنکھوں میں نمکین پانی تیرنے لگا۔

"میں چاہتی ہوں......تمہاری پارٹنر ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہو جسے دیکھتے ہی تم آنکھیں بند نہ کر لو بلکہ......"

"کم آن بھابی......یار......یہ آپ نے کیسے خواب دیکھ رکھے ہیں......یہ بھی کوئی لڑکی ہوئی بھلا جسے دیکھ کر میں سانولی سلونی محبوبہ نہ گا سکوں......" سنی کو اس کی ذہنی حالت کا پوری طرح اندازہ تھا تبھی اس نے تیزی سے فقرہ کاٹتے ہوئے اپنے خیالات بیان کرنے شروع کر دیے۔

"اور بھلا پڑھنے لکھنے سے کب عقل آتی ہے......ورنہ رانیہ ضد نہ کرتی کہ مجھ سے پہلے بڑے بھائی کی شادی کرو" ۔اس کے الفاظ پر شہر بانو بے ساختہ ہنس دی وہ یونہی ہر بار اس کا دکھ کم کر دیا کرتا تھا۔

"تم سچ میں بہت خراب ہو سنی......! آخر اچانک آج جبکہ رانیہ تین دن بعد مایوں بیٹھنے والی ہے......تمہیں خود پر ٹوٹنے والے ظلم کا احساس کیوں ہو رہا ہے؟" آخر شہر بانو نے اس کا مطلوبہ سوال کر ہی دیا تو وہ اپنے ہونٹوں پر اُمڈ آنے والی مدھم مسکان چھپانے کے لئے اٹھ کر فرج میں تانک جھانک کرتا گویا ہوا۔

''وہ کیا ہے کہ میں ......یہ کہہ رہا تھا......اور دو دن میں صالحہ پھوپو آ جائیں گی......تو آپ آمنہ کو ذرا اس نظریے سے دیکھتے ہوئے پھوپو سے بات کر لیں......ویسے میرا اس میں اتنا فائدہ نہیں ہے......کل کو میری دلہن ڈھونڈنے کے لئے آپ کو ہی دھکے کھانے پڑیں گے''۔ اس نے حتی المقدور لہجے کو سرسری رکھا لیکن شہر بانو اس کا ہر انداز پہچانتی تھی۔ تبھی کچھ سوچتے ہوئے گویا ہوئی۔

''کتنی فکر ہے تمہیں میری......لیکن دیور جی!......جس چیز میں آپ کا فائدہ نہ ہو میں اس میں اپنی آسانی ہرگز نہیں سوچوں گی......مشکل سے ہی لیکن تمہارے لئے اچھی سی دلہن ڈھونڈ ہی لوں گی''۔ شہر بانو کے سنجیدہ سے لہجے پر وہ سٹپٹا کر بولا۔ اس کی اڑی رنگت دیکھ کر شہر بانو خود پر قابو نہ رکھ سکی اور زور زور سے ہنسنے لگی۔

''آپ نے مجھے ڈرا ہی دیا تھا......''اس کے ہنسنے پر وہ کھسیانا سا ہو گیا۔ شہر بانو مزید اس کی کھنچائی کرنا چاہتی تھی لیکن باہر اسے رانیہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی نظر آئی تو وہ اٹھ کر باہر نکلی۔ رانیہ رو رہی تھی۔

''رانیہ......! رانو کیا ہوا......رانو؟'' وہ آوازیں دیتی رہ گئی اور رانیہ بنا سنے اپنے کمرے میں گھس گئی۔

''سنی......! رانیہ رو رہی ہے......'' اسے بتا کر وہ رانیہ کے پیچھے جانا چاہتی تھی لیکن سنی کی بات نے رکنے پر مجبور کر دیا۔

''رونا تو ہے ہی......پاگل جو ہوئی ہے......بہت ہی فضول اور احمق لڑکی ہے یہ......''

''سنی......! کس انداز میں بات کر رہے ہو......'' شہر بانو نے ناگواری سے اسے ٹوکا۔

''ٹھیک کہہ رہا ہوں......وہ ہمیں فون تک کرنا پسند نہیں کرتے......وہ تو ہر رشتہ توڑ چکے ہیں......اور یہ چاہتی ہے ہم ان کو بلائیں......اس کی خوشی ان کے بغیر نامکمل

ہے۔۔۔۔۔۔ یہ حماقت نہیں تو کیا ہے بھلا۔۔۔۔۔۔'' سنی غصے میں بڑبڑاتا باہر نکل گیا تو شہر بانو کی آنکھوں میں ایک بار پھر چبھن سی ہونے لگی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے جلتے شعلوں میں جھونک دیا تھا۔



''ثناء۔۔۔۔۔۔ تو ہی اسے سمجھا۔۔۔۔۔۔ یہ کیا کرنا چاہتی ہے اسے اندازہ بھی ہے؟ رانیہ تو کچھ بھی کہتی رہتی ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن مجھے اس کی خوشی زیادہ عزیز ہے رانو کی ضد سے''۔ فاطمہ بیگم نے بے بسی سے ثناء سے کہا جو خود حیرت زدہ بیٹھی تھی۔

''اماں۔۔۔۔۔۔! بھلا میں اسے کیا سمجھاؤں۔۔۔۔۔۔ مجھے تو ہر بار اس پر حیرت ہی ہوتی ہے''۔

''اس میں حیرت کی کیا بات ہے بھلا۔۔۔۔۔۔ خالہ آپ کو میری خوشی عزیز ہے تو میری بات مان لیں۔۔۔۔۔۔ میں جانتی ہوں رانیہ بھی آپ کی طرح مجھ سے بہت پیار کرتی ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن وہ بھی کیا کرے۔۔۔۔۔۔ یہ موقع ہی ایسا ہے۔۔۔۔۔۔ رانو ٹھیک کہتی ہے بھلا کب تک ہم پرانی باتوں کے ساتھ جئیں گے۔۔۔۔۔۔ اور وہ سب میری وجہ سے ہوا تھا ناں۔۔۔۔۔۔ لیکن آج میں کہتی ہوں آپ سب بھول جائیں۔۔۔۔۔۔ یہ میرا گھر ہے۔۔۔۔۔۔ آپ سب میرے اپنے ہیں۔۔۔۔۔۔ تو پھر بھلا مجھے کیا کمی ہے۔۔۔۔۔۔ میرے لئے آپ پریشان نہ ہوں۔۔۔۔۔۔ اور رانو کی خواہش مان لیں۔۔۔۔۔۔ ایک لمحے کے لئے مجھے نکال کر رانیہ کے جذبات کا سوچیں تو سہی۔۔۔۔۔۔''

''تمہیں نکالنا اتنا ہی تو آسان ہے ناں۔۔۔۔۔۔'' ثناء کا غصہ عروج پر تھا۔

''کیوں۔۔۔۔۔۔ جب تمہاری شادی ہوئی تھی تو تمہارا دل نہیں چاہا تھا کہ تمہارے سب اپنے تمہاری خوشی میں شامل ہوتے۔۔۔۔۔۔''

''اگر ایسا ہوا بھی ہو۔۔۔۔۔۔ تو بھی۔۔۔۔۔۔ میں کبھی تمہارا دل دکھانے کا سوچ بھی نہیں سکتی''۔

urdunovels.net

”اوہ...... خدایا! یہ میرا دل کہاں سے آ گیا بیچ میں...... میرے لئے اب یہ سب بے معنی ہے...... کسی کے ہونے یا نہ ہونے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا...... جب میں کہہ رہی ہوں خالہ...... اس میں مجھے مت لائیں...... اور رانیہ کی خواہش مان لیں...... تو آپ کیوں نہیں سمجھ رہیں...... میں ہی وجہ ہوں ناں ان دوریوں کی...... تو ٹھیک ہے...... میں زہر کھا کر یہ مسئلہ حل کر دیتی ہوں“۔ وہ خود کو مضبوط ظاہر کر رہی تھی لیکن اصل میں اس کا دل اس ضد میں پارہ پارہ ہو رہا تھا۔ آخر ضبط کا بند ٹوٹ گیا تو وہ ہچکیوں میں رونے لگی۔

”ہائے...... اللہ! اچھا اب چپ ہو جا...... جیسا تو کہے گی...... وہی ہوگا پہلے کبھی تیری بات سے انکار کیا ہے...... دل پر پتھر رکھ کر اسے بلوا لوں گی...... یہ تو آئندہ مرنے کی بات مت کرنا...... بھلا تیرے بغیر میں جی سکوں گی“۔ فاطمہ بیگم نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے حوصلہ دینا چاہا لیکن خود بھی اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پا سکیں۔ آج تک وہ صرف شہر بانو کی محبت میں اس کمی سے نظریں چرائے ہوئے تھیں لیکن رانیہ کی ضد نے سارے زخموں کو تازہ کر دیا۔ وہ فاطمہ بیگم کے ساتھ لگی مسلسل رو رہی تھی۔ ثناء بھی آنسو بہا رہی تھی لیکن باہر کھڑی رانیہ بڑے پرسکون انداز میں مسکرا دی۔ آخر اس نے جو چاہا تھا وہ مان لیا گیا تھا تو پھر وہ کیوں خوش نہ ہوتی۔



”ابا جان!...... مزدک لالہ کو بلانے کے لئے اماں راضی ہو گئی ہیں......“ ان کے ساتھ لگتے ہوئے اس نے کھلکھلاتے لہجے میں انہیں اطلاع دی تو وہ چپ سے ہو گئے۔

”یہ شہر بانو اور بھابی کہاں ہیں؟“ انہوں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بات بدلنا چاہی لیکن رانیہ اپنی بات سے ٹلنے والی کہاں تھی۔

”ابا جان...... آپ کو بھابی سے زیادہ پیار ہے یا مزدک لالہ سے......؟“ ان کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے اس نے عجیب سا سوال کیا۔

”تو ..... اور تیرے سوال ..... رانو پُتر کیا پیار بھی تھوڑا یا زیادہ ہوتا ہے۔ شروع میں میں بھی شہر بانو کو ناپسند کرتا تھا۔ میرا خیال تھا بھابی نے مزدک کے ساتھ ظلم کیا ..... لیکن ان برسوں میں میرا خیال غلط ثابت ہوگیا۔ شہر بانو تو ہیرا ہے۔ اس کی عادتیں اتنی اچھی ہیں کہ کوئی بھی اسے پیار کرنے پر مجبور ہوجائے۔ لیکن مزدک تو سدا کا بے صبرا تھا۔ بس کوئی شے بری لگ گئی تو لگ گئی ..... صبر کرنا ..... سمجھوتہ کرنا اسے آتا ہی نہیں تھا“ جعفر کرمانی نے صاف گوئی سے سب کہہ ڈالا۔

”لیکن ابا جان! ..... بھابی کوئی شے تو نہیں تھیں ..... پھر لالہ نے ایسا کیوں کیا؟“

”اس کی فطرت ہی ایسی تھی ..... اسے لگا بھابی نے اتنی سی عمر میں شادی کروا کے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے ..... تو بس اکڑ گیا ..... ہر شے سے نفرت ہوگئی تھی اسے ..... اس پر بھابی نے بھی پیار محبت سے سمجھانے کی بجائے اسے ایسا برا بھلا کہا کہ وہ اور بھی بدک گیا ..... اور تب تک نوالہ منہ میں نہیں ڈالا جب تک میں نے لندن کے ٹکٹ لاکر اس کے سامنے نہیں رکھے“۔ وہ تھکے تھکے سے لہجے میں بولتے چلے گئے شاید ان لمحوں کی تکلیف ایک بار پھر ان کے دل میں جاگ اٹھی تھی۔

”اماں کو ضد ہوگئی تھی تو ابا جان .....! آپ نے انہیں سمجھایا ہوتا ..... نہ جانے دیا ہوتا“۔

”تو کیا نہ سمجھایا ہوگا۔ بہت کوشش کی کہ وہ اپنا فیصلہ بدل دے لیکن وہ ایک انچ اپنے فیصلے سے ہٹنے کو تیار نہ تھا ..... ایک بات بتا رانو یہ تو کر کیا رہی ہے ..... میں نے تو سنا ہے تم نے مزدک کے لئے طوفان مچا رکھا ہے۔ لیکن تمہاری باتوں سے کچھ اور ہی لگ رہا ہے ..... تم مزدک سے خوش نہیں ہو تو کیوں اسے بلانا چاہتی ہو؟“ جعفر کرمانی کو اس کا رویہ عجیب لگ رہا تھا۔

”میرے خوش یا ..... ناخوش ہونے کا بھلا کیا سوال ابا جان ..... لیکن بھابی کب تک اکیلی رہیں گی یہ سوچا کسی نے ..... ہم سب انہیں بہت چاہتے ہیں ..... لیکن اپنے

سر کے سائیں کی بات اور ہی ہوتی ہے..... ان برسوں میں لالہ نے کوئی فیصلہ تو کیا ہوگا ناں..... جو ہم سے متعلق ہے..... بھابی سے جڑا ہے..... ورنہ وہ وہاں شادی نہ کر لیتے۔ میں چاہتی ہوں اب یہ بے یقینی ختم ہو جائے..... آر یا پار..... کوئی فیصلہ تو ہو"۔

"مجھے بھابی نے بلوایا تھا کہ میں تمہیں سمجھاؤں..... یہ ضد چھوڑنے کے لئے..... لیکن اب سوچتا ہوں..... یہ خیال بھلا مجھے کیوں نہیں آیا..... تو فکر نہ کر پتر۔ اب میں ہوں تیرے ساتھ..... ہم مل کر یہ الجھن ختم کر دیں گے....."۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے حوصلہ دیا تو وہ ان سے لپٹ گئی۔

"تھینک یو ابا جان! ایک آپ ہی ہیں جو میری ہر بات سمجھ جاتے ہیں"۔

"اوئے..... پاگلے..... شادی ہونے والی ہے تیری پر عقل نہیں آئی تجھے"۔ انہوں نے اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے لاڈ سے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"اب بتا یہ بھرجائی اور شہر بانو کہاں ہیں؟"

"بازار گئی ہیں..... ہائے ابا جان آپ بار بار کیوں پوچھ رہے ہیں..... کہیں آپ کو نہیں جہیز کی لسٹ تو نہیں دینی"۔

"حیا کر سسر ہوں تیرا..... کیا سوچوں گا میں"۔ انہیں بھی جیسے اس کے یاد دلانے پر اپنا رتبہ یاد آیا تھا۔

"جی نہیں..... آپ تو میرے ابا جان ہیں"۔ رانیہ ایک بار پھر ان سے لپٹ گئی لیکن اس بار ہنسنے کی باری ان کی تھی وہ منہ بسور کر رہ گئی۔



"اب یہاں کیا بکھیڑا پھیلا رکھا ہے تو نے شہر بانو؟" فاطمہ بیگم نے اسے مالی سے الجھتے دیکھ کر پکارا۔ ایک لمحہ ٹک کر نہیں بیٹھتی تھی وہ اور انہیں اس کی خود سے لاپروائی پر

بہت چڑ ہوتی تھی لیکن ان کے ہر سوال کا مفصل جواب تھا اس کے پاس۔
''خالہ......! دیکھیں تو سہی ان کا حال ...... گھٹنوں تک گھاس اُگ آئی ہے۔ شادی سر پر ہے اور کسی کو کوئی فکر نہیں۔ مہمان تو سو باتیں بنائیں گے۔ کیسا اجڑا اور بے رونق لان ہے''۔ اس کی تاویل سن کر فاطمہ بیگم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ نیوی بلیو کاٹن کے سوٹ میں بڑا سا دوپٹہ اوڑھے چٹر پٹر بولتی وہ اس لمحے انہیں بے پناہ اچھی لگی۔ شاید وہ بہت عام شکل وصورت کی مالک تھی لیکن فاطمہ بیگم کو تو وہ ہر بار پہلے سے زیادہ پیاری لگتی تھی۔ اس کی میٹنگ زور و شور سے مالی کے ساتھ جاری تھی وہ مسکراتی ہوئی اندر چلی گئیں۔
''بی بی! ...... چھوٹی بی بی''۔ رحیم کی آواز پر اس کا مباحثے کا سلسلہ ٹوٹ گیا تو وہ تپ کر سیدھی ہوئی لمبے گھنے بالوں کی چٹیا سرکش ناگن کی طرح آگے آ گئی۔
''کیا ہے...... قیامت آ گئی ہے کیا؟''
''وہ چھوٹی بی بی! یہ صاحب آئے تھے تو میں انہیں آپ کے پاس لے آیا ...... آپ نے ہی تو کہا تھا سنی یا علی بابا سے ملنے جو بھی آئے آپ کو بتاؤں''۔ رحیم نے گھبرا کر کچھ زیادہ ہی بے وقوفی کا مظاہرہ کیا تو اسے گھورتے ہوئے وہ نووارد کی طرف متوجہ ہوئی۔ اونچا لمبا قد سرخ و سفید چہرہ جو دھوپ کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی چمک رہا تھا۔ بلیک سن گلاسز آنکھوں پر چڑھائے جانے وہ کون تھا۔
''جی ...... کس سے ملنا ہے آپ کو؟'' قدرے نرم لہجے میں اس نے پوچھا۔ پتہ نہیں کچھ دیکھا دیکھا سا لگ رہا تھا لیکن کہاں یاد نہیں آ رہا تھا۔
''مجھے کسی گھر والے سے ملنا ہے'' بھاری لہجہ مردانہ آواز جانے کیوں شہر بانو کا دل عجیب سے انداز میں دھڑکا۔

''گھر والا تو کوئی نہیں ہے اس وقت ...... میں گھر والی ہوں ...... اس گھر کی مالک ...... آپ کام بتایئے''۔ شہر بانو نے مخصوص مغرور لہجے میں کہتے ہوئے چٹیا کو جھٹکے سے پیچھے کیا تو اس شخص نے گلاسز اتارتے ہوئے بغور اسے دیکھا۔

''آپ ...... آپ کون ہیں؟'' سرمئی گہری گہری آنکھیں بڑے دھیان سے اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ شہر بانو کو اس کی کھوجتی آنکھوں سے عجیب سا خوف محسوس ہوا۔ وہ جھک کر گملے کی طرف متوجہ ہوگئی۔ اس طرح وہ اس شخص کی نگاہوں کی زد سے قدرے بچ گئی۔

''بتایا تو ہے مالک ہوں اس گھر کی۔ ویسے آپ کو کس سے ملنا ہے ...... کیا کام ہے ...... جلدی بتایئے''۔ اس بار وہ خاصے کھردرے لہجے میں گویا ہوئی۔ نظرباز قسم کے مرد اسے خاصے زہر لگتے تھے۔

''دیکھیے مس ......'' شاید وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے شہر بانو اس کی طرف پلٹی اور کچھ جتانے والے انداز میں گویا ہوئی۔

''مس ...... نہیں ...... مسز ...... مسز مزدک کرمانی ...... اگر آپ کو کام ہے تو بتایئے ...... آخر کس سے ملنا ہے آپ کو پندرہ منٹ سے ابھی تک یہی نہیں بتایا آپ نے''۔ شہر بانو نے تیزی سے بولتے ہوئے بالکل دھیان نہ دیا کہ مقابل کا چمکتا چہرہ یکبارگی بجھ گیا وہ ششدر سا اسے دیکھ رہا تھا۔

''عجیب آدمی ہیں آپ ...... میں نے پوچھا کس سے ملنا ہے؟'' اس کی نظروں کے تسلسل سے شہر بانو کو وحشت ہونے لگی تھی تبھی چلا کر بولی۔

''مم ...... مجھے ...... مجھے رانیہ سے ملنا ہے''۔ اسے جیسے بہت یاد کرنے پر اپنے یہاں ہونے کا مقصد یاد آیا تھا۔

''رانیہ سے ...... کیا نام ہے آپ کا؟'' شہر بانو نے شکر کیا کہ اس نے کسی کا نام تو لیا۔ یقیناً رانیہ کی کسی دوست کا بھائی تھا۔ شہر بانو سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اور

وہ جیسے اپنا نام بھی بھول چکا تھا۔ ایک گہری سانس لیتے ہوئے اس نے شہر بانو پر سے اپنی نظریں ہٹائیں اور آہستگی سے گویا ہوا۔
''میرا نام...... مزدک کرمانی ہے''۔ مزدک کرمانی کو آج سے پہلے شاید کبھی اپنا تعارف کروانا اتنا مشکل نہیں لگا تھا۔ شہر بانو کو لگا اس کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھے گئی جو خود بھی اس استقبال پر حیرت زدہ تھا۔
''یہ...... یہ لڑکی پسند کی ہے آپ نے میرے لئے...... اف اماں! اتنی بدصورت لڑکی میرے دوست ہنسیں گے مجھ پر...... لے جائیں اسے یہاں سے ورنہ میں اسے شوٹ کر دوں گا''۔ الفاظ سیسے کی طرح اس کے روم روم میں آگ لگانے لگے۔ اتنے برسوں کے بعد بھی ان الفاظ کا زہر کم نہ ہوا تھا۔ شادی کی پہلی رات ہی اس شخص نے اس کا دامن نفرت اور تذلیل کے انگاروں سے بھر دیا تھا۔ وہ پھر کبھی اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن وہ کسی روشن حقیقت کی طرح اس کے سامنے تھا اپنی بھرپور وجاہت کے زعم میں ڈوبا وہ آج بھی بے پناہ دلکش لگ رہا تھا لیکن شہر بانو نے اس کا بے حد بدصورت چہرہ دیکھا تھا۔ ایک ہی لمحے میں اس پر جیسے قیامت بیت گئی۔ وہ تو بہت بہادر بن چکی تھی لیکن اس شخص کے سامنے آتے ہی وہ جیسے اندر ہی اندر ختم ہو گئی۔ اس نے پلکیں جھپک کر اپنے زندہ ہونے کا اندازہ لگایا۔ روح ضرور چلی گئی تھی۔ لیکن جسم زندہ تھا وہ ایڑیوں کے بل گھومی اور بھاگتی ہوئی اندر چلی گئی۔
''مس نہیں...... مسز...... مسز مزدک کرمانی''۔ مزدک کرمانی کی نظر اس کی چٹیا پر ٹکی ہوئی تھی اور اس کی مغرور آواز کانوں میں اب بھی گونج بن کر ہلچل مچائے ہوئے تھی۔



کمرے میں مکمل سناٹا تھا۔ مزدک صوفے میں دھنسا بظاہر پرسکون انداز میں آنکھیں موندے ہوئے تھا لیکن مسلسل ہلتا دایاں پاؤں اس کے اضطراب کا پتہ دے رہا

تھا۔علی اور رانیہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے اس کا جائزہ لے رہے تھے اور فاطمہ بیگم اپنے تخت پر چپ چاپ سر جھکائے جانے کن سوچوں میں گم تھی تبھی جعفر کرمانی کی آمد نے سارے ماحول میں ہلچل مچادی۔ان کے پیچھے رمیز تھا جو رانیہ کا ہونے والا شوہر بھی تھا۔اسے دیکھتے ہی رانیہ وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

''اوہو.....آج سورج کدھر سے نکلا ہے.....کہ میرا پردیسی پتر گھر لوٹ آیا'' جعفر کرمانی کی آواز سے ان کی خوشی عیاں تھی۔مزدک کو کتنی ہی دیر تک سینے سے لگائے وہ جیسے اس کی واپسی کا خود یقین دلاتے رہے۔

''پرسوں ہی مجھے پتہ چلا کہ رانو کی شادی ہورہی ہے مجھ سے رہا نہیں گیا.....ثنا کی شادی پر بھی میں نے بہت انتظار کیا تھا کہ یہاں سے کوئی تو بلائے گا مجھے.....لیکن بھلا آپ کو کیا ضرورت تھی میری.....اور اس بار مجھے انتظار نہیں کرنا تھا''.....میں نے خبر ملتے ہی طے کرلیا تھا آپ تو کبھی بھی مجھے نہ بلاتے.....لیکن ابھی بھی فکر نہ کریں شادی ہوتے ہی لوٹ جاؤں گا'' جعفر کرمانی کو دیکھتے ہی وہ پھٹ پڑا تھا۔سارا قصور اپنا ہوتے ہوئے بھی وہ شکوہ کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔وہ کہہ تو جعفر کرمانی کو رہا تھا لیکن سنا یقیناً فاطمہ بیگم کو رہا تھا۔

''ایسا مت کہو مزدک.....!میں تمہیں آج فون کرنے والا تھا.....لیکن اچھا کیا پتر! جو تم لوٹ آئے.....اب واپسی کی بات پھر کبھی کے لیے رکھ چھوڑو.....بھرجائی! تم کیوں چپ بیٹھی ہو.....برسوں بعد بیٹا آیا ہے۔کوئی مٹھائی شٹھائی منگواؤ''۔

''ہوں.....میری تو سمجھ میں نہیں آرہا جعفر لالہ.....!اس بیٹے کی واپسی کا جشن مناؤں یا جس نے ہر وقت رُلایا اس کی واپسی پر روؤں'' فاطمہ بیگم دوپٹے میں چہرہ چھپاتے ہوئے رونے لگیں تو مزدک شرمندہ سا اٹھ کر ان کے قدموں میں آ بیٹھا اور ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے گویا ہوا۔

''اماں! مجھے معاف کردیں۔ میں نے آپ کو ہمیشہ ستایا ہے لیکن آپ بھی جانتی ہیں...... زیادتی آپ نے کی تھی جو......''

''سن رہے ہیں جعفر لالہ...... معافی مانگ رہا ہے تو بھی مجھے مجرم ٹھہرا کر''۔ فاطمہ بیگم اس کے انداز پر بھڑک اٹھی تھیں۔

''چل بھرجائی! معاف کردو اسے...... خدا نے یہ دن دکھایا ہے تو باقی مشکلیں بھی وہی حل کرے گا''۔

''ہاں...... ہمارا بھلا کیا حق ہے لالہ...... اس شہزادے کو معاف کرنے کا''۔

''پلیز...... اماں! آپ جب تک معاف نہیں کریں گی میں یہیں بیٹھا رہوں گا...... چاہے ساری زندگی گزر جائے''۔ مزدک نے بڑے استحقاق سے دھمکی دی تو فاطمہ بیگم کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اتنے برسوں میں وہ ذرا بھی تو نہیں بدلا تھا۔ کیا ہوا جب وہ گیا تھا تو دبلا پتلا اور چھوٹا سا لڑکا تھا اور آج وہ لوٹا تھا تو مکمل مرد بن چکا تھا۔ لیکن اس کے لہجے کا وہ معصوم سا کھڑپن آج بھی ویسا ہی تھا وہ تب بھی کوئی غلطی کر بیٹھتا تھا تو یونہی مناتا تھا۔ ایک پل کے لیے تو انہیں لگا ان کے بیچ کبھی دوری نہیں آئی تھی۔ وہ ان کا سب سے لاڈلہ بیٹا تھا اور شاید اسی لیے اس نے اتنا آزمایا تھا۔

''معاف کرنا تو خدا کے ہاتھ میں ہے پتر...... ! لیکن جب تیری اولاد ہوگی ناں تو تجھے پتہ چلے گا میری تڑپ کا......'' اس کے ماتھے پر پیار کرتے ہوئے انہوں نے اس کو اپنے ساتھ لگایا۔ تو مزدک کو لگا برسوں بعد اس کے دل میں عجیب سا سکون اتر گیا تھا۔

''تھینک یو اماں! میں کوشش کروں گا کہ آپ کو دکھی نہ کروں لیکن آپ بھی مجھ پر کوئی حکم مسلط نہیں کیجئے گا''۔ مزدک شکریہ ادا کرتے بھی دھمکی دے گیا تو انہوں نے شکوہ بھری نظروں سے جعفر کرمانی کو دیکھا جیسے سارا قصور ان کا ہو۔



"فاطمہ......!میری شہربانو کا خیال رکھنا۔جائیداد کے لیے سارا خاندان اس کا دشمن ہوگیا ہے......میں نے تو اسے ان دشمنوں کے خوف سے اسکول سے بھی اٹھوالیا......مجھے تمہارے علاوہ کسی کا بھروسہ نہیں......اسے اپنے ساتھ لے جانا......لیکن یوں تو وہ......اس کے چچا تمہارا جینا مشکل کردیں گے......ہائے مولا کیا کروں میں......میری بچی کا کیا ہوگا......"شازیہ کی زندگی آخری سانسوں پر تھی لیکن اپنی اکلوتی بچی کا خیال نہ انہیں جینے دے رہا تھا نہ مرنے۔وہ فاطمہ بیگم کی بچپن کی سہیلی ہی نہیں بچازاد بھی تھیں لیکن شادی کے بعد دونوں اپنی اپنی زندگی میں یوں گم ہوئیں کہ برسوں بعد ملنا ہوتا۔شازیہ کی شادی ان کے خالہ زاد احمد حیات سے ہوئی تھی۔احمد حیات کے تین سوتیلے بھائی تھے۔شادی کے شروع کا عرصہ تو کافی خوشگوار رہا۔لیکن شہربانو کی پیدائش کے بعد سب رشتے رنگ بدلنے لگے۔ڈاکٹرز نے شازیہ کو دوبارہ ماں بننے سے منع کیا تھا کیونکہ اس میں ان کی زندگی کو خطرہ تھا۔احمد حیات کے خاندان کے لیے یہ بات ناقابل قبول تھی وہ احمد حیات پر زور ڈالنے لگے کہ وہ دوسری شادی کرلیں تاکہ بیٹا پیدا ہو جو ان کی جائیداد کا وارث بنے۔لیکن احمد حیات کسی بھی صورت یہ ماننے کو تیار نہ تھے۔وہ شازیہ کو دکھ نہیں دینا چاہتے تھے۔اسی اصرار سے تنگ آ کر انہوں نے اپنا آبائی گھر چھوڑ دیا اور شہر میں آ بسے۔لیکن یوں بھی حالات درست نہ ہوئے۔شہربانو بڑی ہورہی تھی اور ان کے خاندان والوں کا مطالبہ بڑھتا جارہا تھا۔ان کے گھر میں سکھ تھا لیکن ہر پل کسی انہونی کا دھڑکا لگا رہتا۔آخر وہی ہوا جس کا ڈر انہیں ستایا کرتا تھا۔ان کے بھائی اپنی اصلیت پر اتر آئے۔شہربانو صرف بارہ برس کی تھی جب انہوں نے احمد حیات سے اس کا ہاتھ اپنے اپنے بیٹوں کے لیے مانگنا شروع کردیا۔احمد حیات کے لیے اب حالات اور بھی تکلیف دہ ہوگئے تھے۔ان تینوں کے بیٹے ایک سے ایک نالائق تھے اور پھر انہیں شہربانو سے نہیں اس کی جائیداد سے پیار تھا۔شازیہ کے لیے احمد حیات کا اضطراب برداشت نہیں ہوتا تھا۔انہوں نے شہربانو کا اسکول چھڑوا دیا تاکہ شہربانو کو کوئی خطرہ نہ ہو۔آہستہ آہستہ حالات معمول پر آتے گئے۔وہ لوگ اب بھی احمد حیات کو دھمکیاں دیتے تھے لیکن انہیں سکون تھا کہ وہ شہربانو کو

نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ شہر بانو گھر پر ہی اپنی پڑھائی کرتی رہی۔ انہوں نے تو ہر ممکن طریقے سے اپنے گھر، اپنی بیٹی کو بچا کر رکھا تھا لیکن ہونی کو بھلا کون ٹال سکتا ہے۔ احمد حیات کے دوست کے بیٹے کی شادی تھی اور واپسی میں انہیں کافی رات ہوگئی۔ شازیہ اور شہر بانو کے ساتھ ہلکی مذاق کرتے ہوئے انہیں بالکل احساس نہ ہوا کہ اگلے موڑ پر کیسی انہونی ان کی منتظر تھی۔ سردیوں کی دھند بھری اس رات نے ان کی آنکھوں میں جانے کیسے سپنے سجا دیئے تھے۔

''شازی! ...... اپنی بانو بھی ایک دن ایسے ہی دلہن بنے گی ...... پتا ہے میں تو مسلسل طلحہ کی دلہن کو ہی دیکھتا رہا تھا ...... اور اسے دیکھتے دیکھتے اچانک مجھے یوں لگتا بانو میرے سامنے دلہن بنی بیٹھی ہے۔'' پچھلی سیٹ پر نیم خوابیدہ شہر بانو کو دیکھتے ہوئے وہ آہستگی سے گویا ہوئے تو شازیہ ہنسنے لگی تھیں۔ شہر بانو ابھی صرف سولہ برس کی تھی اور وہ کیا کیا سوچ رہے تھے۔

''ہاں ...... مجھے معلوم تھا تم میرا مذاق اڑاؤ گی ...... لیکن سچ میں ایسا ہی ہو رہا تھا۔'' انہوں نے فوراً اپنی صفائی کر دی۔

''نہیں ...... مجھے پتہ ہے آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ...... ویسے ایسی کیفیت اکثر ماؤں کی ہوتی ہے۔'' ''مجھے تو لگتا ہے آپ کو شہر بانو کی ماں ہونا چاہئے تھا۔'' شازیہ ہنستی چلی گئیں۔

''اچھا ...... تو پھر تمہارا کیا ہوتا؟'' انہوں نے جتانے والے انداز میں شازیہ کی طرف دیکھا تو وہ گھبرا کر پیچھے دیکھنے لگیں۔ شہر بانو پوری طرح سو چکی تھی۔

''آپ بھی عجیب ہیں ...... بیٹی کی شادی کے خواب دیکھ رہے ہیں اور ابھی اپنے چونچلے ختم نہیں ہوئے۔'' شازیہ نے کچھ ڈپٹنے والے انداز میں کہا لیکن چہرے پر چاہے جانے کا احساس روشنی بن کر پھیلا تھا۔

''ہمارے چونچلے تو کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں جناب ...... مرتے دم تک آپ کو۔'' وہ کہتے کہتے شازیہ کی طرف جھکے اور بس وہی ایک لمحہ قیامت بن گیا۔ وہ سامنے

سے آنا ڑک نہیں دیکھ پائے۔ شازیہ نے اپنے سامنے اپنی دنیا اجڑتی دیکھی تھی اور پھر کئی دن تک انہیں ہوش نہیں آیا تھا۔ جانے والا چلا گیا اور شازیہ کے مقدر میں صرف آنسو لکھے گئے وہ تو اپنے محبوب شوہر کا آخری دیدار بھی نہیں کر پائی تھی۔ خدا کو جانے کیا منظور تھا احمد حیات نے اسی لمحہ دم توڑ دیا۔ شازیہ کا بھی روم روم زخموں سے اٹا تھا لیکن شہر بانو کو خراش تک نہ آئی تھی۔ شہر بانو پھٹی پھٹی آنکھوں سے خود پر ٹوٹنے والی قیامت کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی۔ لوگ اسے حوصلہ دے رہے تھے لیکن وہ تو ابھی تک اس اذیت ناک حقیقت کو قبول ہی نہیں کر پائی تھی۔ وہ اپنے باپ کو کھو چکی تھی اور ڈاکٹرز نے کہا تھا اس کی ماں کے پاس بھی کچھ ہی وقت باقی بچا تھا۔

''اماں ..... آپ بابا کے پاس جا رہی ہیں ..... تو مجھے بھی لے چلیں ..... میں یہاں اکیلی کیسے رہوں گی؟'' ماں کے زخمی وجود پر اس کا یہ فقرہ جیسے آری چلا گیا اور انہوں نے اس لمحے اپنی اس دیرینہ غم خوار کو پکارا تھا جو ہر مشکل میں ان کے کام آئی تھیں۔ لیکن شاید یہ بہت بڑا امتحان تھا کہ فاطمہ بیگم بھی چپ چاپ سر جھکائے بیٹھی تھیں۔

''ہاں ..... تم بھی بھلا کیسے لے سکتی ہو اتنی بڑی ذمہ داری ..... شاید میری بچی کے نصیب میں یہی لکھا ہے کہ وہ .....''

''نہیں شازیہ! نصیب میں کیا لکھا ہے اس کا فیصلہ ہم نہیں کر سکتے'' شازیہ نہ جانے کیا کہنے جا رہی تھیں کہ فاطمہ بیگم نے انہیں ٹوک دیا۔ شازیہ نے بڑی آس سے فاطمہ بیگم کی طرف دیکھا۔ یقیناً وہ کوئی فیصلہ کر چکی تھیں جو شہر بانو کی زندگی سے جڑا تھا۔ فاطمہ بیگم نے شازیہ کا کانپتا ہاتھ تھام لیا۔

''ہاں ..... شازیہ! نصیب بدلنے کی کوشش تو کر سکتے ہیں ہم ..... اگر وہ تمہاری بیٹی بن کر میرے گھر میں رہے گی تو اس کا خاندان اسے جینے نہیں دے گا ..... لیکن اگر .....'' فاطمہ بیگم ایک پل کو رکیں تو شازیہ کا دم بھی اس ''اگر'' کے ساتھ رک گیا اور پھر انہوں نے فاطمہ بیگم کو مسکراتے دیکھا۔

''اگر وہ میری بہو بن جائے تو بھلا پھر کوئی کیا کر سکے گا.....؟''

’’بہو...... تمہاری بہو......‘‘ شازیہ رونے لگیں اتنی بڑی خوشخبری کا تو انہوں نے سوچا تک نہ تھا۔

’’ہاں ...... تمہاری بیٹی کو کچھ نہیں ہوگا ...... وہ میرے مزدک کی دلہن بنے گی‘‘۔ انہوں نے ہکا بکا بیٹھی شہر بانو کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پیار سے کہا۔ اس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ ہوگیا اور اس سے کسی نے پوچھا بھی نہیں۔ اس نے بس اپنی اماں کے چہرے پر سکون بکھرتے دیکھا تھا اور سارا احتجاج آپ ہی آپ ختم ہوگیا۔



’’واٹ ...... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں اماں؟‘‘ مزدک جوان کے یوں بلانے پر اچھا خاصا جھنجھلایا ہوا تھا ان کی خواہش سن کر بالکل ہتھے سے اکھڑ گیا۔ اسے بھلا کونسی شہر بانو کی طرح کوئی مجبوری تھی۔

’’مزدک ......! میں فیصلہ کر چکی ہوں ...... وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ لیکن حالات نے ایسا رخ اختیار کیا ہے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ‘‘۔

’’سو ...... واٹ ...... اماں بھلا میری لائف میں بھی شادی کا کوئی تصور ہونا چاہئے ......؟ میں ابھی پڑھ رہا ہوں ...... مجھے ابو کا بزنس سنبھالنا ہے ...... اور آپ چاہتی ہیں کہ میں ایک گنوار لڑکی سے شادی کرلوں ...... اور ابا جان سے بات کئے بغیر آپ کیسے ایسا فیصلہ کرسکتی ہیں ...... ابو کے بعد انہوں نے ہم بہن بھائیوں کے لئے کیا کچھ نہیں کیا ...... ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اماں ......!‘‘ اس نے قطعی لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا اور ویسے بھی جعفر کرمانی کے بغیر وہ ایسی کسی بات کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ وہ تھے ان لوگوں کے تایا۔ لیکن انہوں نے اپنے بچوں سے بھی بڑھ کر انہیں پیار دیا تھا اور پھر ایک وہی تھے جو اس کی ہر ’’خواہش‘‘ سے آگاہ تھے۔

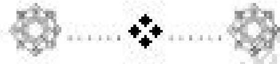
’’اماں ......! زندگی کے فیصلے یوں جھٹ پٹ نہیں ہوتے ...... اگر اس لڑکی کو مدد کی ضرورت ہے تو ہم ...... ہر ممکن مدد کریں گے‘‘۔ فاطمہ بیگم کو خاموش دیکھ کر وہ سمجھا

شاید وہ قائل ہوچکی تھیں۔ وہ ان کا سب سے لاڈلا بیٹا تھا۔ آج تک انہوں نے اس کی کوئی بات نہیں ٹالی تھی پھر بھلا اب کیوں وہ اس کی مرضی سے انکار کرتیں۔

''تم چھوٹے تھے مزدک ...... !تو میں نے تمہیں بورڈنگ بھجوادیا ...... تمہارے ابو چاہتے تھے تم کامیاب اور اچھے انسان بنو لیکن مجھے نہیں پتہ تھا یہ دوری ...... تم کو رشتوں کی گہرائی سمجھنے کے قابل بھی نہیں چھوڑے گی ...... تم نے آج تک جو مانگا میں نے تمہیں دیا ...... اور آج جب میں تم سے کوئی امید لگا بیٹھی ہوں تو تم یوں ذلیل کررہے وہ مجھے ...... وہ بھکاریوں کی بچی نہیں ہے کہ تمہاری مدد مانگے ...... لیکن خیر ...... تم جاؤ ...... تم کو میری بات کا پاس رکھنے کی ضرورت بھی کیا ہے ...... ہاں ...... مگر یہاں سے جانے سے پہلے اتنا سمجھ لینا کہ آج سے تمہاری ماں بھی تمہارے لئے مرگئی ہے''۔

''اماں ...... !'' ان کے اتنے سخت الفاظ سن کر وہ تڑپ ہی تو گیا۔ اگر وہ ضدی اور خود سر تھا تو انہیں بھی اپنی بات منوانا آتی تھی۔ کمرے میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی جانے کتنے ہی لمحے بیت گئے۔ مزدک چپ چاپ سر جھکائے گہری سوچ میں گم تھا لیکن فاطمہ بیگم کی امید ابھی نہیں ٹوٹی تھی۔ انہیں بھروسہ تھا کہ ان کا بیٹا ان کا سر جھکنے نہیں دے گا اور ہوا بھی وہی۔ کچھ ہی لمحوں بعد مزدک سرد لہجے میں گویا ہوا۔

''آج آپ کی بات مان لیتا ہوں ...... لیکن آج کے بعد کبھی مجھ سے کوئی امید نہ رکھئے گا۔ پھر جو میرا دل چاہے گا ...... میں وہی کروں گا ......'' انہوں نے صرف اس کے الفاظ سنے تھے اس کے لہجے میں بولتے غصے اور ناگواری کو وہ اپنی خوشی میں محسوس ہی نہیں کرپائی تھیں۔ لیکن باہر کھڑی شہر بانو کو اس کا لہجہ اندر ہی اندر سہما گیا تھا۔ کم عمری میں ہی اس پر اتنی بڑی قیامت بیت گئی تھی کہ وہ چاہ کر بھی اس مغرور شخص کے ساتھ سے انکار نہ کرسکی۔ اس وقت اپنے بچاؤں کی کینہ پرور آنکھوں میں جھانکتا لالچ زیادہ خوفناک تھا جو اس کی ماں کے مرنے کے انتظار میں تھے۔



ایک ہی دن میں تمام معاملات طے ہو گئے تھے۔شازیہ اپنی بے جان آنکھوں میں ہزاروں امیدیں بھرے فاطمہ بیگم کو شہر بانو کے لئے مشکلیں آسان کرتے دیکھ رہی تھیں۔اور پھر انہوں نے اپنے تینوں دیوروں کو ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تو ان کا دل سہم سا گیا۔جانے کیا ہونے والا تھا۔

''یہ آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے بھابی!ہم مر تو نہیں گئے تھے۔شہر بانو ہمارا خون ہے۔ہم اسے نہیں سنبھال سکتے کہ آپ غیروں سے امیدیں لگا رہی ہیں......ہمارے بیٹے''۔

''بھلا......اب اس بحث کا کیا فائدہ ہے بھائی!جو نصیب میں لکھا ہے وہی ہو رہا ہے......اور ہم غیر کب ہیں......میں شازیہ کی سگی چچازاد ہوں۔اب بہتر یہی ہے کہ آپ لوگ اپنی دعاؤں کے ساتھ شہر بانو کو ہمارے حوالے کر دیں......مزدک اور جعفر لالہ آتے ہی ہوں گے......پھر رسم کرتے ہیں''۔فاطمہ بیگم کی آواز پر وہ لوگ خاموش ہو گئے تھے۔فاطمہ بیگم کی سسرال کافی امیر اور رعب والی تھی۔اور وہ لوگ شاید اسی وجہ سے یوں مجبور دکھائی دے رہے تھے ورنہ تو وہ کچھ بھی کر کے شہر بانو کی جائیداد ہتھیا لیتے۔شازیہ نے پرسکون انداز میں فاطمہ بیگم کو شہر بانو کے لئے ڈٹے ہوئے دیکھا اور پاس بیٹھی آنسو بہاتی شہر بانو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ہونٹوں سے لگا لیا۔پھر کچھ ہی دیر میں جعفر کرمانی ،مزدک اور مولوی صاحب سمیت چلے آئے۔شازیہ کی نگاہیں مسلسل مزدک پر ٹکی تھیں اور شہر بانو کی ہچکیاں بھی ان کے کانوں میں پڑ رہی تھیں۔مولوی صاحب کے پوچھنے پر وہ اور بھی تڑپ تڑپ کر رونے لگی تھی۔

''مزدک کرمانی ولد حامد کرمانی......''

''کہو بانو!قبول ہے......میں کہہ رہی ہوں بیٹا......!یہ لڑکا تمہیں اتنا خوش رکھے گا کہ دنیا کا کوئی دکھ تمہیں یاد نہیں رہے گا......''شازیہ نے اس کے مچلتے وجود کو اپنے قریب کرتے ہوئے اس قدر یقین سے کہا کہ شہر بانو کا سر آپ ہی آپ اثبات میں ہل گیا۔اس کے ہاں کہتے ہی شازیہ نے مسکراتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

''مبارک ہو...... احمد! ہماری بانو آج دلہن بنی ہے...... وہ بہت رو رہی ہے...... آپ اسے کہیں ناں...... اب خوش رہنا سیکھے...... فاطمہ کا بیٹا بہت پیارا ہے۔ وہ اسے خوش رکھے گا......'' آنکھیں بند کیے وہ آہستہ آہستہ بڑبڑا رہی تھیں اور شہر بانو کے آنسوؤں کی رفتار تیز ہوتی ہو رہی تھی۔ مزدک جس خاموشی سے آیا تھا ویسے ہی چپ چاپ باہر چلا گیا۔ کمرے میں صرف فاطمہ بیگم اور شہر بانو رہ گئی تھیں۔

''اب تو تم خوش ہو ناں شازیہ۔ اب جینے کی کوشش کرو تم''۔

''فاطمہ! میں یہاں رہنا چاہتی ہوں لیکن احمد بلا رہے ہیں...... وہ کبھی میرے بغیر...... تم ہماری بانو کا......'' اور بولتے بولتے ان کی آواز بند ہو گئی۔ شہر بانو کی چیخوں سے سارا اسپتال گونج اٹھا تھا۔ اپنے ماں باپ کی اس بے وفائی کا اسے اب تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

شازیہ کے چالیسویں تک فاطمہ بیگم ہر لمحہ اس کے ساتھ رہی تھیں لیکن بھلا وہ کب تک اپنے گھر چھوڑ سکتی تھیں اور اسے بھی تنہا چھوڑنا ممکن نہ تھا۔ تو انہوں نے یہی بہتر سمجھا کہ باقاعدہ رخصتی کروا کر اسے گھر لے جائیں۔

''میں جانتی ہوں بیٹا! ...... یہ ابھی مشکل لگ رہا ہے...... لیکن جب بعد میں بھی یہی ہونا ہے تو ابھی کیوں نہیں...... تمہارا میرے ساتھ یوں بھی جانے میں کوئی حرج نہیں لیکن میں جانتی ہوں...... شازیہ اور احمد بھائی کا یہی ارمان ہوگا کہ تم اپنے گھر سے پوری عزت اور شان کے ساتھ رخصت ہو کر جاؤ......'' فاطمہ بیگم نے اسے پیار سے سمجھایا تو وہ چپ چاپ سر جھکا گئی۔ یوں بھی اب شاید اس کی ضدیں پوری کرنے والا کوئی نہیں تھا اور وہ باقاعدہ سج دھج کر ہمیشہ کے لیے اپنے پیا کے گھر آ گئی۔ ہر طرف آوازیں اور چہل پہل تھی لیکن جو آواز وہ سننا چاہتی تھی وہ کہیں آس پاس سنائی نہ دی۔ اور پھر اسے مزدک کرمانی کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ وہ کم عمر ضرور تھی

لیکن نا سمجھ نہیں تھی اتنے عرصے میں مزدک کرمانی کا نا گوار لہجہ اسے ایک پل کو بھی نہیں بھولا تھا۔ سر جھکائے بیٹھے اسے جانے کتنا ہی وقت گزر گیا۔

''اماں نے تو کہا تھا وہ مجھے خوش رکھے گا تو کیا پتا وہ اتنا برا نہ ہو''۔

بیڈ شیٹ پر نظریں ٹکائے وہ سوچ رہی تھی اور بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہہ رہے تھے اور اسی لمحے دروازہ کھٹ سے کھول کر وہ اندر آ گیا تو ڈر کے مارے شہر بانو نے تیزی سے آنسو رگڑ ڈالے اور ایسے میں میک اپ کا کیا حشر ہوا اسے کچھ فکر نہ تھی۔ بڑے سے گھونگھٹ میں صرف اس کے پاؤں نظر آ رہے تھے جو کمرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک متحرک تھے۔ پتہ نہیں وہ غصے میں تھا یا بات کرتے ہوئے جھجک رہا تھا۔ ابھی وہ فیصلہ نہ کر پائی تھی کہ وہ بیڈ کے قریب رک گیا۔

شہر بانو کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔

''میرا دل چاہ رہا ہے...... میں ساری دنیا کو آگ لگا دوں...... اماں نے مجھ پر اتنا بڑا ظلم کیا اور میں کچھ نہ کر سکا...... ابو ہوتے تو وہ کبھی یہ سب نہ کر پاتیں...... اور تم...... تمہیں کوئی اور نہیں ملا تھا مذاق کا نشانہ بنوانے کے لئے...... میرے دوست ہنس رہے تھے آج مجھ پر...... کیا کیا دعوے کرتا تھا میں اور انجام یہ ہوا...... سترہ سال کی عمر میں میں نے شادی کر لی...... واہ...... مزدک کرمانی...... واہ!'' اس کی ذہنی حالت بری طرح بگڑی ہوئی تھی آج تک اس نے ہر کام اپنی مرضی اپنی پسند سے کیا تھا اور اس کی زندگی کے سب سے بڑے فیصلے میں اسے کس قدر مجبور کر دیا گیا تھا۔ اسے ہرگز بھی شہر بانو کے حالات سے ہمدردی نہیں تھی۔

''او کے...... ٹھیک ہے...... اماں کو جو کرنا تھا...... انہوں نے کیا...... اب میں اپنی مرضی کروں گا...... اور تمہیں بھی بہت شوق تھا شادی کا۔ میں تمہیں بتاتا ہوں شادی کا کیا فائدہ ہوتا ہے...... اٹھو میرے بیڈ سے'' اسے کچھ بھی سمجھنے کا موقع دیئے بغیر مزدک نے انتہائی بے دردی سے اسے کلائی سے پکڑ کر تقریباً گھسیٹتے ہوئے بیڈ سے

اتارا۔شہر بانو کی آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے اور دوپٹہ سرک کر کندھے پر گر گیا لیکن اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اس سے اپنا بازو چھڑوا پاتی۔مزدک غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔وہ اسے گھسیٹتے ہوئے دروازے تک لے آیا۔یکبارگی اس کی نظر شہر بانو کے چہرے پر پڑی تو دل نفرت سے سکڑ کر رہ گیا۔سانولے چہرے پر سارا میک اپ پھیلا ہوا تھا اور وہ انتہائی بدصورت لگ رہی تھی۔

”اماں......اماں! لے کر جائیں اپنی اس حور کو اپنے پاس......“وہ اسے کھینچتا ہوا سیڑھیاں اترتے ہوئے چلا رہا تھا۔اسے بالکل پرواہ نہیں تھی کہ اس کے ہاتھ پاؤں کہاں لگ رہے تھے اور اسے کتنی خراشیں پڑ چکی تھیں۔اس کے چلانے اور شہر بانو کی سسکیوں کی آواز پر فاطمہ بیگم ہی کیا گھر میں موجود مہمان بھی کمرے سے نکل آئے۔پل بھر کے لئے تو کسی کی سمجھ میں یہ ہولناک منظر نہ آیا۔

”مزدک......!یہ کیا کر رہے ہو تم؟“فاطمہ بیگم نے بھاگتے ہوئے شہر بانو کو اس کی وحشی گرفت سے آزاد کروایا تو شہر بانو لرزتی ہوئی ان سے لپٹ گئی۔

”میں نے روکا تھا ناں آپ کو......اسے میرے کمرے میں مت بھیجئے گا۔شکر کریں۔میں نے اس کی گردن نہیں دبا دی......یہ لڑکی پسند کی ہے آپ نے میرے لئے۔

اوف اماں......اتنی بدصورت لڑکی......مزدک کرمانی کی لائف پارٹنر......جس پر کالج کی ہر لڑکی مرتی ہے......آپ اس کی شکل تو دیکھیں کیسا گنوار پن ٹپک رہا ہے......لے جائیں اسے یہاں سے......ورنہ میں اسے شوٹ کر دوں گا......“اس کے منہ میں جو آیا بولتا چلا گیا۔فاطمہ بیگم ششدر سی اسے دیکھے جا رہی تھیں اسے تو مہمانوں کی بھی پرواہ نہیں تھی۔

”مزدک......!مزدک! کیا ہو گیا ہے پتر......!چل اوپر چل“۔

''نہیں ابا جان! میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ میری تقدیر لکھی ہے آپ دونوں نے..... تو میرا احتجاج کیوں برداشت نہیں ہو رہا ہے آپ سے؟
آپ تو سب جانتے تھے ابا جان کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ میرے کیا خواب ہیں..... پھر کیوں اس چڑیل کو میرے پلے باندھ دیا آپ نے..... یہ منحوس''۔
''بس مزدک! اب ایک لفظ بھی مت کہنا میری بہو کے بارے میں۔ تم کو نہیں پسند یہ..... تم اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے تو ابھی اور اسی وقت نکل جاؤ اس گھر سے''۔ فاطمہ بیگم کی برداشت کی حد ہو گئی تھی۔
''آپ مجھے نکل جانے کو کہہ رہی ہیں..... اس لڑکی کے لئے..... آخر اس میں ایسا کیا ہے اماں! کہ آپ اپنے بیٹے کو برباد کرنے پر تلی ہیں..... اسے کیوں نہیں نکال دیتیں آپ ہماری زندگی سے''۔
''اس میں کچھ نہیں ہے..... یہ جاہل ہے..... ناکارہ اور بدصورت ہے۔ لیکن میری بہو ہے..... اور شریف گھرانوں کی بہوئیں گھر نہیں چھوڑتیں..... تم میرا مان تھے مزدک..... تمہارے بھروسے میں نے اس کی مرتی ہوئی ماں سے اس کے سکھ کا وعدہ کیا تھا اور تم نے مجھے تماشہ بنا دیا ہے جو.....''۔
''بھر جائی..... بس کر..... چل مزدک پتر..... اپنے کمرے میں جا'' جعفر کرمانی نے حالات کو نارمل کرنے کی ناکام سی کوشش کی لیکن اس وقت تک شاید کچھ باقی نہیں رہا تھا۔
''نہیں..... جعفر لالہ..... اسے آپ یہاں سے لے جائیں..... اب یہ میرے گھر میں نہیں رہے گا..... اس ذلت کے بعد میں اسے برداشت نہیں کر سکتی.....''۔
''ٹھیک ہے آپ کو اس کا زیادہ احساس ہے ناں..... میں خود اب یہاں نہیں رہوں گا..... جس گھر میں میرے احساسات کی کسی کو پرواہ نہیں وہاں رہنا میرے لئے موت سے بھی بدتر ہے.....''۔ مزدک غصے کے مارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پوری طرح کھو چکا تھا۔ قطعی لہجے میں اپنا فیصلہ سنا تا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔

''مزدک......! مزدک پتر...... یار مری بات تو سن''۔ جعفر کرمانی اس کے پیچھے بھاگے۔ ان کے درمیان میں وہ بمشکل اسے روک پائے تھے۔

''مت روکیں مجھے ابا جان......! میں یہاں ایک پل نہیں رک سکتا......''

''اس وقت کہاں جائے گا بیٹا......! اتنے مہمانوں کے سامنے تو نے جھگڑا کھڑا کر دیا...... ہم بعد میں''۔

''میں منافق نہیں ہوں ابا جان......! مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے...... اماں نے میری زندگی برباد کر دی ہے...... اس پر گھر سے بھی نکال دیا...... تو کیا کروں گا میں یہاں رہ کر......'' اپنی کہہ کر وہ تیزی سے گیٹ کراس کر گیا تو جعفر کرمانی کچھ سوچتے ہوئے پورچ کی طرف بڑھ گئے۔

''آؤ مزدک......! گاؤں چل کر بات کرتے ہیں''۔ گاڑی اس کے قریب روکتے ہوئے انہوں نے آخری کوشش کی تو وہ دروازہ کھولتے ہوئے ان سے مخاطب ہوا۔

''صرف اس شرط پر آپ کی گاڑی میں بیٹھوں گا کہ جو میں کہوں گا وہ آپ کو ماننا پڑے گا''۔

''اچھا...... بیٹھ تو سہی......'' انہوں نے بنا سوچے سمجھے حامی بھر لی۔ شاید انہیں اندازہ نہیں تھا وہ ان سے کیا مانگنے والا تھا۔

❁ ...... ❖ ...... ❁

سولہ برس کی عمر تو خوابوں اور خوشیوں کی ابتداء کہلاتی ہے لیکن اس پر ایسی قیامت ٹوٹی تھی کہ وہ جینا بھی بھولنے لگی تھی۔ لیکن زندگی کو شاید اور امتحان لینا تھے اس سے۔ کبھی تو وہ صرف بے ہوش ہوئی تھی۔ اسے شدید ٹمپریچر تھا۔ دو راتوں تک اسے کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کہاں تھی۔ بس ایک چنگھاڑتی' انگارے برساتی آواز تھی جو مسلسل اعصاب پر ہتھوڑے برسا رہی تھی۔

''اماں......!'' اس نے تڑپ کر اپنی ماں کو پکارا تو فاطمہ بیگم اس پر جھک کر اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگیں۔ دو دن میں وہ نچڑ کر رہ گئی تھی۔

''خالہ......!'' محبت بھرا لمس محسوس کر کے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ''خالہ......! مجھے اماں کے پاس جانا ہے''۔ سہمے ہوئے لہجے میں بڑی تکلیف دہ فرمائش تھی۔ انہوں نے اسے سہارا دیتے ہوئے بٹھا دیا۔

''کیوں بیٹا......! کیا تمہیں ہمارا گھر اچھا نہیں لگا......؟''

''خالہ...... مجھے یہاں ڈر لگتا ہے''۔ بات کرتے ہی وہ رونے لگی تھی۔

''تم پاگل ہو شہر بانو......! بھلا کوئی اپنے گھر میں بھی ڈرتا ہے......اب تم یہ بستر چھوڑ دو......اور پڑھائی کی تیاری کرو......میں نے سوچا ہے تم اسی سال حسین اور ثناء کے ساتھ میٹرک کے پیپر دے لو......تا کہ......''

''بلکہ ہم نے تو سوچ لیا ہے آپ سے کون کون سی بکس شیئر کرنا ہیں۔ آپ کون سے Subjects رکھنا چاہیں گی بھابی......؟'' حسین عرف سنی کچھ زیادہ ہی بے صبرا تھا۔ اس سے اماں کی اتنی لمبی چوڑی تمہید برداشت نہ ہوئی تو وہ بیچ میں ہی بول پڑا۔ اس کے سوال پر وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ''بھابی'' پر اس کے ہونٹ بھینچ گئے۔ پتہ نہیں کچھ کہنے کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ اس کی یہ کیفیت فاطمہ بیگم نے اچھی طرح سے بھانپ لی تھی۔

''سنی......! کیا تمہیں ابھی سب طے کرنا ہے......ابھی اپنی بھابی کو تنگ مت کرو وہ کل سے تم لوگوں کے ساتھ پڑھائی کرے گی......'' انہوں نے اتنی روانی سے اسے اس کے مقام کا احساس دلایا کہ اس بار اسے کچھ عجیب نہ لگا۔

''لیکن......خالہ......! اماں کہتی تھیں میرے چچا مجھے اسکول سے اٹھوالیں گے پھر......''۔

اتارا۔ شہر بانو کی آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے اور دوپٹہ سرک کر کندھے پر گر گیا لیکن اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اس سے اپنا بازو چھڑوا پاتی۔ مزدک غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ وہ اسے گھسیٹتے ہوئے دروازے تک لے آیا۔ یکبارگی اس کی نظر شہر بانو کے چہرے پر پڑی تو دل نفرت سے سکڑ کر رہ گیا۔ سانولے چہرے پر سارا میک اپ پھیلا ہوا تھا اور وہ انتہائی بدصورت لگ رہی تھی۔

''اماں ...... اماں! لے کر جائیں اپنی اس حور کو اپنے پاس ......'' وہ اسے کھینچتا ہوا سیڑھیاں اترتے ہوئے چلا رہا تھا۔ اسے بالکل پرواہ نہیں تھی کہ اس کے ہاتھ پاؤں کہاں لگ رہے تھے اور اسے کتنی خراشیں پڑ چکی تھیں۔ اس کے چلانے اور شہر بانو کی سسکیوں کی آواز پر فاطمہ بیگم ہی کیا گھر میں موجود مہمان بھی کمرے سے نکل آئے۔ پل بھر کے لئے تو کسی کی سمجھ میں یہ ہولناک منظر نہ آیا۔

''مزدک ...... یہ کیا کر رہے ہو تم؟'' فاطمہ بیگم نے بھاگتے ہوئے شہر بانو کو اس کی وحشی گرفت سے آزاد کروایا تو شہر بانو لرزتی ہوئی ان سے لپٹ گئی۔

''میں نے روکا تھا ناں آپ کو ...... اسے میرے کمرے میں مت بھیجئے گا۔ شکر کریں۔ میں نے اس کی گردن نہیں دبا دی ...... یہ لڑکی پسند کی ہے آپ نے میرے لئے۔ اوف اماں ...... اتنی بدصورت لڑکی ...... مزدک کرمانی کی لائف پارٹنر ...... جس پر کالج کی ہر لڑکی مرتی ہے ...... آپ اس کی شکل تو دیکھیں کیسا گنوارپن ٹپک رہا ہے ...... لے جائیں اسے یہاں سے ...... ورنہ میں اسے شوٹ کر دوں گا ......'' اس کے منہ میں جو آیا بولتا چلا گیا۔ فاطمہ بیگم ششدر سی اسے دیکھے جا رہی تھیں اسے تو مہمانوں کی بھی پرواہ نہیں تھی۔

''مزدک ...... مزدک! کیا ہو گیا ہے پتر ...... چل اوپر چل''۔

''نہیں ابا جان! میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ میری تقدیر لکھی ہے آپ دونوں نے ..... تو میرا احتجاج کیوں برداشت نہیں ہو رہا ہے آپ سے؟
آپ تو سب جانتے تھے ابا جان کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ میرے کیا خواب ہیں ..... پھر کیوں اس چڑیل کو میرے پلے باندھ دیا آپ نے ..... یہ منحوس''۔
''بس مزدک! اب ایک لفظ بھی مت کہنا میری بہو کے بارے میں۔ تم کو نہیں پسند یہ ..... تم اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے تو ابھی اور اسی وقت نکل جاؤ اس گھر سے''۔
فاطمہ بیگم کی برداشت کی حد ہو گئی تھی۔
''آپ مجھے نکل جانے کو کہہ رہی ہیں ..... اس لڑکی کے لیے ..... آخر اس میں ایسا کیا ہے اماں! کہ آپ اپنے بیٹے کو برباد کرنے پر تلی ہیں ..... اسے کیوں نہیں نکال دیتیں آپ ہماری زندگی سے''۔
''اس میں کچھ نہیں ہے ..... یہ جاہل ہے ..... ناکارہ اور بدصورت ہے۔ لیکن میری بہو ہے ..... اور شریف گھرانوں کی بہوئیں گھر نہیں چھوڑتیں ..... تم میرا مان تھے مزدک ..... تمہارے بھروسے میں نے اس کی مرتی ہوئی ماں سے اس کے سکھ کا وعدہ کیا تھا اور تم نے مجھے تماشہ بنا دیا ہے جو.....''۔
''بھرجائی ..... بس کر ..... چل مزدک پتر ..... اپنے کمرے میں جا'' جعفر کرمانی نے حالات کو نارمل کرنے کی ناکام سی کوشش کی لیکن اس وقت تک شاید کچھ باقی نہیں رہا تھا۔
''نہیں ..... جعفر لالہ ..... اسے آپ یہاں سے لے جائیں ..... اب یہ میرے گھر میں نہیں رہے گا ..... اس ذلت کے بعد میں اسے برداشت نہیں کر سکتی .....''۔
''ٹھیک ہے آپ کو اس کا زیادہ احساس ہے ناں ..... میں خود اب یہاں نہیں رہوں گا ..... جس گھر میں میرے احساسات کی کسی کو پرواہ نہیں وہاں رہنا میرے لیے موت سے بھی بدتر ہے .....'' مزدک غصے کے مارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پوری طرح کھو چکا تھا۔ قطعی لہجے میں اپنا فیصلہ سناتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔

"مزدک...... !مزدک پتر...... یار مری بات تو سن" جعفر کرمانی اس کے پیچھے بھاگے۔ان کے درمیان میں وہ بمشکل اسے روک پائے تھے۔

"مت روکیں مجھے ابا جان...... !میں یہاں ایک پل نہیں رک سکتا......"

"اس وقت کہاں جائے گا بیٹا...... !اتنے مہمانوں کے سامنے تو نے جھگڑا کھڑا کر دیا......ہم بعد میں"۔

"میں منافق نہیں ہوں ابا جان...... !مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے......اماں نے میری زندگی برباد کر دی ہے......اس پر گھر سے بھی نکال دیا......تو کیا کروں گا میں یہاں رہ کر......" اپنی کہہ کر وہ تیزی سے گیٹ کراس کر گیا تو جعفر کرمانی کچھ سوچتے ہوئے پورچ کی طرف بڑھ گئے۔

"آؤ مزدک...... !گاؤں چل کر بات کرتے ہیں"۔گاڑی اس کے قریب روکتے ہوئے انہوں نے آخری کوشش کی تو وہ دروازہ کھولتے ہوئے ان سے مخاطب ہوا۔

"صرف اس شرط پر آپ کی گاڑی میں بیٹھوں گا کہ جو میں کہوں گا وہ آپ کو ماننا پڑے گا"۔

"اچھا...... بیٹھ تو سہی......" انہوں نے بنا سوچے سمجھے حامی بھر لی۔شاید انہیں اندازہ نہیں تھا وہ ان سے کیا مانگنے والا تھا۔

✿ ...... ❖ ...... ✿

سولہ برس کی عمر تو خوابوں اور خوشیوں کی ابتداء کہلاتی ہے لیکن اس پر ایسی قیامت ٹوٹی تھی کہ وہ جینا بھی بھولنے لگی تھی۔لیکن زندگی کو شاید اور امتحان لینا تھے اس سے۔کبھی تو وہ صرف بے ہوش ہوئی تھی۔اسے شدید ٹمپریچر تھا۔دو راتوں تک اسے کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کہاں تھی۔بس ایک چنگھاڑتی 'انگارے برساتی آواز تھی جو مسلسل اعصاب پر ہتھوڑے برسا رہی تھی۔

"اماں......!" اس نے تڑپ کر اپنی ماں کو پکارا تو فاطمہ بیگم اس پر جھک کر اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگیں۔دو دن میں وہ نچڑ کر رہ گئی تھی۔

”خالہ.....!“ محبت بھرا لمس محسوس کر کے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ”خالہ.....! مجھے اماں کے پاس جانا ہے“۔ سہمے ہوئے لہجے میں بڑی تکلیف دہ فرمائش تھی۔ انہوں نے اسے سہارا دیتے ہوئے بٹھا دیا۔

”کیوں بیٹا.....! کیا تمہیں ہمارا گھر اچھا نہیں لگا.....؟“

”خالہ..... مجھے یہاں ڈر لگتا ہے“۔ بات کرتے ہی وہ رونے لگی تھی۔

”تم پاگل ہو شہر بانو.....! بھلا کوئی اپنے گھر میں بھی ڈرتا ہے.....اب تم یہ بستر چھوڑ دو.....اور پڑھائی کی تیاری کرو..... میں نے سوچا ہے تم اسی سال حسین اور ثناء کے ساتھ میٹرک کے پیپر دے لو.....تاکہ.....“

”بلکہ ہم نے تو سوچ لیا ہے آپ سے کون کون سی بکس شیئر کرنا ہیں۔ آپ کون سے Subjects رکھنا چاہیں گی بھابی.....؟“ حسین عرف سنی کچھ زیادہ ہی بے صبرا تھا۔ اس سے اماں کی اتنی لمبی چوڑی تمہید برداشت نہ ہوئی تو وہ بیچ میں ہی بول پڑا۔ اس کے سوال پر وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ”بھابی“ پر اس کے ہونٹ بھینچ گئے۔ پتہ نہیں کچھ کہنے کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ اس کی یہ کیفیت فاطمہ بیگم نے اچھی طرح سے بھانپ لی تھی۔

”سنی.....! کیا تمہیں ابھی سب طے کرنا ہے..... ابھی اپنی بھابی کو تنگ مت کرو وہ کل سے تم لوگوں کے ساتھ پڑھائی کرے گی.....“ انہوں نے اتنی روانی سے اسے اس کے مقام کا احساس دلایا کہ اس بار اسے کچھ عجیب نہ لگا۔

”لیکن.....خالہ.....! اماں کہتی تھیں میرے چچا مجھے اسکول سے اٹھوا لیں گے پھر.....“۔

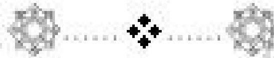
urdunovels.net

''پرانی باتیں بھول جاؤ اور پھر سنی اور علی ہیں ناں تمہاری حفاظت کے لئے ..... وہ تمہارا خیال رکھیں گے''۔
''علی ..... کون؟'' شہربانو ایسے بولی جیسے اپنے دوسرے باڈی گارڈ کا اندازہ لگانا چاہتی ہو۔ سنی تو اسے ٹھیک ہی لگا تھا۔
''یہ ہے علی ..... میرا سب سے شرمیلا بچہ ..... اور وہ رانیہ ہے ..... یہ ہے تو صدف علی سے بڑی ..... لیکن بنتی سارے جہان سے بڑی ہے .....'' انہوں نے ہنستے ہوئے بتایا تو وہ مسکرا دی۔ پھر سنی، ثنا، علی اور رانیہ کافی دیر تک اس کے پاس بیٹھے رہے۔ ان چاروں سے دوستی کر کے وہ کافی خوش تھی۔
''ہاں ..... شہربانو! میں تمہیں ایک بات تو بتانا بھول ہی گئی ..... وہ مہروک لندن چلا گیا ہے ..... اپنے چھوٹے چچا کے پاس ..... میں چاہتی ہوں پتر تم اس دنیا کی سب سے مکمل انسان بن کر دکھاؤ ..... جو گزر گیا اسے بھول کر صرف یہ یاد رکھنا کہ مجھے تم سے بہت امیدیں ہیں'' انہوں نے کمرے سے نکلتے نکلتے اس قدر سرسری لہجے میں کہا کہ شہربانو حیران ہی تو رہ گئی۔
''بھلا کوئی اتنا اچھا کیسے ہو سکتا ہے ..... وہ اپنے بیٹے پر مجھے ترجیح دے رہی ہیں ..... ٹھیک ہے خالہ ..... !میری وجہ سے آپ نے بہت کچھ کھو دیا ہے لیکن میں کوشش کروں گی آپ کا ہر خواب پورا ہو'' اس نے عزم سے سوچا۔
گزرتے وقت نے اسے احساس دلا دیا تھا کہ وہ اس گھر میں کتنی اہم تھی۔ اس گھر کا ہر فرد اسے اس کی اہمیت کا بھرپور احساس دلاتا تھا۔ فاطمہ بیگم اسے ہر کسی سے ''میری بہو'' کہہ کر متعارف کرواتیں۔ سنی، رانیہ اور علی اسے شروع دن سے ''بھابی'' کہہ کر پکارتے۔ صرف ثنا تھی جو اسے اس کے نام سے پکارتی تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ اسے بھی اپنی اس پہچان سے پیار ہو چکا تھا۔ ہاں کبھی جو اس پہچان کا اصل ''حوالہ'' وہ بے درد شخص یاد آتا تو وہ کئی کئی دن خود سے بھی نظر نہ ملا پاتی۔ خود کو گھر کے

کاموں میں الجھا کر اس کی تلخ باتیں بھلانے کی کوشش کرنے لگتی۔ لیکن جب سب لاحاصل محسوس ہوتا تو وہ اپنے کمرے میں چھپ کر دل کھول کر روتی تھی اور ایسی ہی دھوپ چھاؤں سی زندگی گزار رہی۔ وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھی۔ ثناء بی کام تک اس کے ساتھ تھی۔ پھر بی کام کے بعد ثناء کی شادی طے ہوگئی اور اس شادی کے دوران اس کو اندازہ ہوا وہ اس گھر اور یہاں کی ذمہ داریوں کی عادی ہو چکی تھی۔ سب اسے پکارتے تھے۔ ہر کسی کی مطلوبہ شے اس کے علم میں ہوتی۔ ثناء کی شادی پر چھوٹے چچا کی فیملی کو بھی انوائٹ کیا گیا تو وہ لرز گئی تھی۔ اسے ڈر تھا کہیں وہ ''دشمن جاں'' بھی نہ لوٹ آئے۔ وہ یہ سوچ کر کئی دن تک بے قرار رہی تھی۔

''بھرجائی......! اب تو وہ مجھ سے بات تک نہیں کرتا......وہ ناراض ہے کہ ہم نے اعظم کی فیملی کو تو انوائٹ کیا ہے......اسے کیوں نہیں بلایا......بس کر بھرجائی......اولاد سے یوں ضد نہیں لگاتے......اسے بلا لیتے ہیں......'' وہ ثناء کا جوڑا لے کر فاطمہ بیگم کے کمرے میں آئی تھی جب اس نے جعفر کرمانی کی آواز سنی اور اسے سمجھنے میں ایک پل بھی نہیں لگا کہ کس کی بات ہو رہی تھی۔ یہ بات سنتے ہی اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے۔

''نہیں لالہ......! اسے جب بھی آنا ہوا اس گھر کے دروازے کھلے ہیں......میں اسے نہیں بلاؤں گی......'' فاطمہ بیگم نے اپنا فیصلہ سنایا تو وہ شکر ادا کرتی وہاں سے لوٹ آئی تھی۔ بارات والے دن صرف ایقہ چچی آئی تھیں۔ ان کے بچوں کے ایگزامز ہو رہے تھے۔ اس لیے وہ نہیں آسکے تھے اور اعظم چچا کی بزنس کی بے پناہ مصروفیات تھیں۔ شہربانو کے پاس بالکل وقت نہیں تھا کہ وہ ایقہ چچی کی تنک چڑھی طبیعت کا اندازہ لگا پاتی۔ وہ تو انہیں اکیلا آتے دیکھ کر ہی پرسکون ہوگئی تھی۔ کتنی عجیب بات تھی سارے گھر والے اسے جان سے بھی پیارے تھے لیکن جس کی وجہ سے یہ گھر اور گھر والے اس کے ہوئے تھے اسے سوچتے ہی رگ وپے میں نفرت اور خوف سرایت کر جاتا۔



اس نے اور سنی نے ایم۔ بی۔ اے کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور یونیورسٹی میں پہلے ہی دن اس کی ملاقات روحمہ میر سے ہوئی۔ سنی کو دیکھتے ہی وہ ان کی طرف آئی تھی۔

''ہائے ...... جناب حسین کرمانی صاحب! آؤ ...... آر ...... یورائٹ۔'' کندھوں تک آتے ہلکے سنہری بالوں اور دلکش رنگت والی یہ لڑکی شہر بانو کو پہلی نظر میں ہی بڑی اچھی لگی۔ اس نے معنی خیزی سے سنی کی طرف دیکھا۔

''ہائے عزت مآب روحمہ جی! آپ کہاں سے وارد ہوگئیں ...... ہم نے تو سنا تھا آپ ایبٹ آباد شفٹ ہوگئی ہیں ...... پھر یہاں کیسے پائی جارہی ہیں؟''

''تم اسے قسمت کہہ سکتے ہو ...... میں تو یہ شہر چھوڑنا چاہتی ہوں لیکن یہ شہر واپس بلا لیتا ہے ...... بائی دا وے یہ کون ہستی ہیں تمہارے ساتھ؟ صورت سے تو کافی سمجھدار معلوم ہوتی ہیں۔ پھر تمہارے ساتھ ......'' وہ شرارت سے ہنسی تو کچھ اور بھی پیاری لگی۔

''اوہ ...... کم آن روحمہ ...... ایتو''

''ایکسکیوزمی سنی کے بچے یاد رکھو ...... میں تم سے بڑی ہوں ......''

''جی ...... ہاں ...... یہ بات تو میں رٹ چکا ہوں کہ ہر خوبصورت لڑکی مجھ سے بڑی ہے اور گھما پھرا کے وہ مزدک کی ٹکر کی ہوتی ہے۔''

''بکومت ...... مجھے لگتا ہے آنٹی سے شکایت کرنا پڑے گی ......'' اس نے ہنستے ہوئے دھمکی دی تو شہر بانو کی سمجھ میں آیا وہ کیا کہہ رہی تھی لیکن 'مزدک' کے نام پہ عجیب سی بے چینی نے اسے گھیر لیا۔

''نہیں ...... ایسا مت کرنا ...... یہ شہر بانو بھابی ہیں ......'' سنی نے فوراً تعارف کروایا تو نہ جانے کیوں شہر بانو کو لگا اس کا چمکتا چہرہ بجھ گیا تھا۔

''یو مین ...... مسز مزدک کرمانی ......'' روحمہ نے حیرت زدہ لہجے میں تصدیق چاہی تو سنی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اوہ...... گاڈ ...... میری کلاس کا ٹائم ہوگیا ...... اوکے پھر ملیں گے''۔ وہ تیزی سے کہتی دوسری طرف بڑھ گئی۔ شہر بانو کو اس کا رویہ الجھا رہا تھا۔

''یہ کون تھی سنی ......؟'' شہر بانو کے حیرت سے پوچھنے پر سنی کچھ ٹھہر کر بولا۔

''روحمہ میر ...... مزدک کی کلاس فیلو تھی ...... آپ یوں بھی کہہ سکتی ہیں کہ اس کی وجہ سے مزدک کے لئے اماں کا فیصلہ ماننا ناممکن ہوا تھا''۔ اس انکشاف پر ایک لمحے کے لئے شہر بانو ہل کر رہ گئی۔

''چلو ...... اتنے عرصے بعد ہی سہی ...... تمہاری نفرت کی وجہ کا تو پتہ چلا مزدک کرمانی! ...... واقعی بڑی خوبصورت وجہ ہے ...... اس کے لئے تو ٹھکرایا جا سکتا ہے ایک دنیا کو ......'' پہلی بار وہ دل ہی دل میں اس سنگدل سے مخاطب ہوئی تھی اور آج پہلی بار خود شہر بانو کو بے قصور لگا۔

کلاسز شروع ہوئیں تو وہ دونوں کافی مشکوک نظروں سے دیکھے جانے لگے تھے۔ چونکہ کوئی ان کے اصل رشتے سے واقف نہیں تھا اس لئے ان کے ہمیشہ ساتھ رہنے کو لوگ اور ہی نظریے سے دیکھتے۔ اس روز بھی سر احسان کی کلاس میں دو تین لڑکوں نے ان دونوں کو دیکھ کر معنی خیز کھانسی کی تھی جس سے شہر بانو کافی چڑ گئی تھی اور ظاہر ہے اس نے سارا غصہ سنی پر نکالنا تھا۔

''یار بھابی تمہارا کیا جاتا ہے ...... میری تھوڑی عزت بنے دو ناں''۔ سنی بھی اسے مسلسل چڑائے جا رہا تھا جب روحمہ میر چلی آئی۔ روحمہ کو دیکھتے ہی شہر بانو چپ ہوگئی تھی۔ پتا نہیں کیوں روحمہ میر کا روشن چہرہ اس پر کوئی خاص خوشگوار تاثر نہیں ڈالتا تھا بلکہ وہ اداس ہونے لگتی تھی۔

"سنی.....!تم اسے کیوں بدنام کروا رہے ہو.....لوگ لیلیٰ مجنوں کہنے لگے ہیں تم دونوں کو.....سچ کیوں نہیں بتا دیتے سب کو....."
"پلیز.....پلیز آپ ہی کردیں یہ کام.....میرا تو حوصلہ نہیں ہوتا" سنی نے سارا بوجھ روحمہ پر ڈالا لیکن روحمہ سے پہلے شہر بانو بول پڑی۔
"شاید یہ حوصلہ تو ان میں بھی نہیں ہوگا....." بظاہر ایک عام فقرہ تھا لیکن شہر بانو کے لہجے کی کاٹ نے اسے کافی تلخ کر دیا۔روحمہ کا رنگ فق ہو گیا۔
"میرے حوصلے کی بات تو نہ ہی ہو تو اچھا ہے....." روحمہ صاف سمجھ گئی تھی۔اس نے کیا جتایا تھا لیکن پھر بھی کافی نرمی سے بولتی چلی گئی۔"میں اور مزدک ایک ہی اسکول.....ایک ہی کالج میں تھے.....شاید اتنا لمبا ساتھ کسی کو بھی غلط فہمی میں مبتلا کر سکتا ہے.....اور پھر وہ تو عمر ہی ایسی تھی۔یہ میرا ہی حوصلہ تھا کہ میں نے اس تعلق کی گہرائی کو سمجھا.....ہم صرف دوست تھے.....اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اپنے کزن سے انگیجمنٹ نہ کراتی.....اس نے جو حماقت کی شاید اس کی وجہ میں ہی تھی.....لیکن اس جلد باز انسان کو کچھ بھی ٹھیک سے سمجھنا نہیں آتا تھا.....اور میرا خیال ہے اتنی صفائی کافی ہے ہماری دوستی کے لیے.....دیکھو شہر بانو! یہ حوصلہ تو تمہیں کرنا ہی ہوگا.....ورنہ تمہارا یہ بے ہودہ دیور تمہیں فضول جوکس میں پھنسائے رکھے گا.....سوچ لو....." روحمہ سنجیدگی سے بولتی اچانک شوخ ہوئی تو شہر بانو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی' وہ واقعی اس لڑکی کے "حوصلے" کی قائل ہوگئی تھی۔اس نے مسکراتے ہوئے روحمہ کے خلوص سے بڑھے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تو سنی ایک دم اچھل پڑا۔
"ہیں.....یہ کیا ہوا.....روحمہ میر!.....تم نے تو دن دہاڑے ڈاکہ مار لیا میری دوست پر....."
"مجھے تمہاری دوست پسند آ گئی ہے.....مجھے دے دو نا" اور یوں روحمہ میر اس کی زندگی کا ایک اور خوبصورت اضافہ بن گئی لیکن کچھ ہی دنوں میں وہ سنی کا پول بھی کھول کر رہی جب کلاس بورڈ پر کلاس فیلوز نے اس کو "کباب میں ہڈی" لکھ کر ہدایات دیں تو وہ بری طرح سلگ گئی۔اور ان دونوں کا رشتہ جان کر سب شرمندہ

ہوئے اور وہ ہنس ہنس کر بے حال ہوتے رہے۔



کھڑکی کا پٹ ہوا کے زور سے کھل گیا تھا وہ تیزی سے اٹھی اور کھڑکی بند کر دی۔

''اور...... آپ ...... تم لوٹ آئے ہو...... بھلا کیوں ...... ہاں میں نے رانیہ کی خوشی کی خاطر تمہیں برداشت کرنے کا سوچا ضرور تھا لیکن تمہیں اپنے گھر میں برداشت کرنا اب مجھے ناممکن لگ رہا ہے......'' شہر بانو کا بس نہیں چل رہا تھا اس شخص کو ایک پل بھی ''اپنے گھر'' میں ٹھہرنے نہ دے۔ لیکن اس پل وہ بھول گئی تھی کہ یہ مزدک کرمانی ہی تھا جس کی وجہ سے یہ ''گھر'' اس کا ہوا تھا۔

''بھابی...... بھابی! کہاں ہیں آپ ......؟'' سنی باہر سے ہی گنگناتا ہوا آیا اور آتے ہی ساری لائٹس آن کر دیں۔ کمرہ ایک دم روشنی میں نہا گیا۔ رونے کی وجہ سے شہر بانو کی آنکھیں کافی سرخ ہو چکی تھیں۔ لائٹ پڑتے ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

''پلیز سنی! ...... لائٹ بند کر دو......'' وہ بھاری لہجے میں بولی۔

''تاکہ آپ پھر ہم سب سے چھپ کر رو سکیں ...... یار بھابی! کیوں بن رہی تھیں آپ اتنی بہادر...... خالہ! رانیہ کی بات مان لیں...... اس کے بھائی کو بلا لیں...... یہی کہا تھا ناں آپ نے ...... اور اب وہ آ گئے ہیں تو آپ یہاں جوگ لے کر بیٹھ گئی ہیں'' سنی اتنی آسانی سے کہاں چھوڑنے والا تھا۔

''میں بھی انسان ہوں سنی!'' وہ بے بسی سے رو پڑی وہ جتنی بھی بہادر بنتی لیکن پرانی یادیں بھلانا آسان نہ تھا۔ مگر سنی کا اس وقت ذرا بھی اس کے لاڈ اٹھانے کا موڈ نہیں تھا۔ تبھی اس نے شہر بانو کو رونے سے بالکل نہ روکا اور تلخی سے گویا ہوا۔

”یار!...... انسان ہیں...... تو انسانوں کی طرح بی ہیو کریں...... یہ کیا چودھویں صدی کی مظلوم خاتون بن کر بیٹھ گئی ہیں...... وہ بندہ جو آپ کو بھری محفل میں ٹھکرا کر گیا تھا...... اسے آپ کو اس حال میں دیکھ کر کتنی تسکین ہوگی ناں...... وہ سوچے گا اس کی نفرت کتنی طاقتور تھی کہ اس نے آپ کی زندگی ختم کر دی...... لیکن کیا یہی صلہ ہے بھابی! ہم سب کی محبت کا کہ آپ ہار جاؤ...... آج بھی حقارت سے دیکھی جاؤ...... اس کے سامنے جا کر بتائیں اسے آپ کتنی اہم ہیں...... اگر اس نے بیچ راستے میں چھوڑ دیا تھا...... تو بھی آپ کی زندگی رکی نہیں...... بلکہ آپ اس کی ظلم کی حد سے بہت آگے نکل آئی ہو...... اس گھر میں...... ہم سب کے دل میں اپنی حیثیت جتائیں اس پر...... تا کہ اسے اندازہ ہو...... اس نے کیا کھو دیا ہے“۔

”مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے سنی! میں مزدک کرمانی کا سامنا نہیں کر سکتی...... میرا روم روم آج بھی ان کے خوف سے کانپتا ہے...... کوئی ان کا نام بھی لیتا تھا سنی...... تو وہ اذیت ناک لمحے میری روح کو چھلنی کرنے لگتے تھے اور اب...... بھلا میں کیسے سامنا کر سکتی ہوں ان کا“۔ اس نے انتہائی صاف گوئی سے اپنے خوف کا اظہار کیا تو سنی آہستگی سے مسکرا دیا۔

”لیکن...... ہم سب کو پھر بھی آپ پر بھروسہ ہے کہ مزدک کے غرور اور ضد کے سامنے ہمارا پیار ہی جیتے گا......“ سنی کے الفاظ اسے حوصلہ دے رہے تھے۔ وہ چند ثانیے اس کی طرف خالی نظروں سے دیکھتی رہی۔

”تم ملے ہو ان سے؟“

”ہاں...... اور ویسے ہی ملا ہوں جیسے مجھے اتنے عرصے بعد لوٹنے والے بھائی سے ملنا چاہئے تھا...... کیونکہ اس نے ہمارے ساتھ کچھ برا نہیں کیا...... مجرم وہ آپ کا ہے

اور آپ کو اسے سزا دینی ہی ہے“۔

”تھینک ..... یو سنی تم میرے سب سے پیارے دوست ہو“۔

”واہ جی ..... میرے سامنے میں پیارا ہو جاتا ہوں ..... ورنہ روحمہ کے علاوہ آپ کو کوئی نظر ہی نہیں آتا“۔ سنی اپنی جون میں آتا ہوا بولا۔

”روحمہ میر ..... مزدک کرمانی .....“ اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا اور وہ بے ساختہ مسکرا دی تھی۔ سنی اس کے یوں مسکرانے پر مشکوک ہو گیا۔

”کہیں مجازی خدا کے آنے کی خوشی میں آپ پاگل تو نہیں ہو گئیں“۔

”شٹ ..... آپ سنی مذاق کرنے سے پہلے یاد رکھا کرو بڑی بھابی ہوں میں تمہاری“۔ شہر بانو نے رعب جمایا تو سنی پرسکون ہو گیا۔ اس کے چہرے پر پھیلی روشنی بتا رہی تھی اس بار اس کے حصے میں نقصان نہیں آئے گا۔



”کبھی کبھی ہم جتنا سوچتے ہیں ..... مصیبت اتنی بڑی بھی نہیں ہوتی ..... بس اگر تھوڑا سا حوصلہ کر لیا جائے تو سب ہو سکتا ہے“۔ مزدک کرمانی راکنگ چیئر سے سر ٹکائے کافی دیر سے اسی نقطے پر غور کر رہا تھا۔ جب وہ یہاں سے گیا تھا تب اس نے یہی سوچا تھا کہ اب کبھی لوٹ کر اس گھر میں نہیں آئے گا لیکن اب حالات بالکل مختلف تھے۔

”میں تو اس لڑکی کا استحقاق دیکھ کر حیران ہوں مزدک! سارا گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا اور نظر بس وہ ہی وہ آ رہی تھی ..... اتنے وقت میں شہر بانو ..... شہر بانو کے سوا مجھے کچھ سنائی نہیں دیا ..... تم تو سب چھوڑ آئے بیٹا اور وہ وہاں حکومت کر رہی ہے حتیٰ کہ تمہاری اماں تک کو تمہاری غیر موجودگی کی پرواہ نہیں تھی اور ایسا ظاہر ہے اسی کی وجہ سے ہوا ہے“۔ ایقہ چچی جب سے ثناء کی شادی سے ہو کر گئی تھیں۔ ہر وقت اسے یہ سب سنایا کرتیں اور یہ موضوع تو اس کی زندگی کا سب سے حساس پہلو تھا لیکن وہ

ارادتاً خود کو اس گھر کے متعلق سوچنے سے باز رکھتا تھا۔ وہ سب کچھ بھول کر اپنی زندگی جینا چاہتا تھا اور ادیقہ چچی ڈھونڈ ڈھونڈ کر اسی گھر سے جڑے قصے لے بیٹھتیں۔ اب وہ لاکھ بے حس بنتا مگر یہ برداشت نہیں کر پاتا تھا کہ وہ لڑکی جس کی وجہ سے اس کی زندگی برباد ہو کر رہ گئی وہ باعزت اور سکون بھری زندگی جی رہی تھی۔ وہ تنہا ہو کر جی رہا تھا اور اس کے سارے پیارے اس لڑکی کی محبت کا دم بھرتے تھے یہ سب اس کے لئے بہت تکلیف دہ ہوتا گیا اور پھر اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ واپس جائے گا اپنے گھر اور ان لوگوں کے پاس جو اس کے اور صرف اس کے تھے اور ان کی محبتوں پر بھی اس کے سوا کسی کا حق نہیں تھا۔ پتہ نہیں یہ حوصلہ اسے ادیقہ چچی کی باتوں نے دیا تھا یا وہ اس اجنبی دیس میں رہتے رہتے تھکنے لگا تھا جہاں چھوٹے چچا کے بچے سدیعہ اور سلمان اس کے کافی اچھے دوست بن گئے تھے لیکن دل کو کب تک صرف دوستیوں سے بہلاتا رہتا۔ اس کا دل مچلنے لگا تھا وہ پہلے کی طرح اماں کے ہاتھوں کے مزے مزے کے کھانے کھائے۔ چھوٹی چھوٹی فضول بات پر سنی اور ثنا کو ڈانٹے۔ علی اور رانیہ کی بے وجہ ضدیں پوری کرنے پہ اماں سے ڈانٹ کھائے اور بے کار کی ضد کر کے ابا جان کو تنگ کرے اور یہ سب تو اسی گھر سے جڑا تھا جسے ایک لڑکی کے سبب اسے چھوڑنا پڑا تھا اور اس لڑکی کا ذرا بھی نقصان نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اسے تو بنا کسی تردد کے سارے رشتے مل گئے تھے۔

”اور اب میں لوٹا ہوں تو محترمہ سے اپنے پل پل کا حساب لوں گا۔ وہ وقت جو تمہاری وجہ سے سب سے دور رہ کر گزارا ہے.....اس کا خسارہ تم بھگتو گی.....تم کو وہیں واپس جانا ہو گا جہاں سے تم آئی ہو.....یہ گھر.....اور یہ لوگ میرے ہیں.....صرف میرے.....“ مزدک نے واپس آ کر اماں سے اپنی ضد ہاری تھی لیکن شہر بانو کے لئے اس کی نفرت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ وہ اس کے لئے اس بار بہت سے فیصلے کر چکا تھا جنہیں اسے پوری ہوشمندی کے ساتھ نبھانا تھا کیونکہ اس بار وہ کوئی غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے سوچ لیا تھا وہ اسے اتنا تنگ کرے گا کہ وہ اپنے آپ یہ گھر چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گی۔

"مس ..... نہیں ..... مسز ..... مسز مزدک کرمانی" لمبے بالوں کی چٹیا جھٹکے سے پیچھے کرتی ہوئی وہ جلتے غرور سے بولی تھی۔ مزدک کا دل تنی ہی کدورت سے بھر گیا تھا۔

"اور تم نہیں جانتیں ..... اس مسز کہلانے کی تمہیں کتنی قیمت چکانی پڑے گی" مزدک کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ ٹھہری تھی اور اسے یقین تھا اس بار وہ سب کچھ اپنی مرضی کے مطابق حاصل کر لے گا۔

"ہائے فاطمہ! مجھے تو اس لڑکے کے نخرے سمجھ میں نہیں آتے ..... ہر شے اپنی مرضی کی بنوائی پھر بھی اسے چین نہیں ..... اب یہ نقص ہے ..... اب وہ ..... ارے مزدک ..... میرے بکھیڑے تو چلتے رہیں گے ..... ملنے تو تم سے ہی آئی تھی بیٹا ..... لیکن یہ گھٹنوں کا درد اب کہیں نکلنے نہیں دیتا تو سوچا یہ کام بھی ساتھ ہی نمٹا آؤں۔ بہو ہماری ہیں تو سارے جہاں کی نخرے والی ..... کسی کام میں مشورہ نہیں دیتی ..... میں تو تنگ ہوں ..... ان دونوں دیور بھابی سے ..... اچھا ..... بتاؤ کیسے ہو تم؟" بڑی اماں کو سب سے آخر میں ہی سہی اس کا حال پوچھنے کا خیال آ ہی گیا وہ ابھی سیدھا ہوا ہی تھا کچھ کہنے کے لئے تو پھر شروع ہو گئیں۔

"ہاں ..... بھئی ..... تم تو ٹھیک ہی ہو گے ..... مصیبت تو تم ماؤں کی جان کو ہوتی ہے ..... عزیز اپنی پسند کی بیوی لے آیا ..... اور چھوٹے کو منت سماجت کر کے شادی پر راضی کیا ہے ..... ایسے یا ویسے ..... اولاد تو ہوتی ہی ماؤں کو رلانے کے لئے ہے اور اب رمیز کا شوق دیکھنے والا ہے ..... اماں رانو کو یہ پسند نہیں ..... اس پر یہ سوٹ نہیں کرے گا ..... آپ اس کی پسند کیوں نہیں پوچھتیں ..... اب لگتا ہی نہیں کہ اس لڑکے نے میری ضد پر حامی بھری تھی ..... تو لو رانو بیٹیا! ہم آئے بیٹھے ہیں ..... چلو تمہاری پسند کا جوڑا لینا ہے ہم کو ..... ارے ..... ایک اور آرڈر بھی ہے رمیز میاں کا ..... کہ بھی رانو بھی اور نگی بوگی چن لیتی ہے ..... آپ شہر بانو بھابی کو لیتے جائیے گا ..... ان کی چوائس پرفیکٹ ہے ..... لیکن مجھے تو آج نظر ہی نہیں آ رہیں شہر بانو ..... اب وہ کہاں ہے فاطمہ! مجھے شام سے پہلے گاؤں جانا ہے" بڑی اماں نے بس

ایک لمحے کو وقفہ دیا تھا اور اس سے فوری فائدہ رانیہ نے اٹھایا۔ کیونکہ ان کے سامنے تو سنی بھی کم ہی بولتا تھا۔ ان کا کچھ بھروسہ نہیں تھا۔ جعفر کرمانی جتنے نرم مزاج تھے وہ اتنی ہی ظالم تھیں ذرا سی ناگوار بات پر بخیے ادھیڑ کر رکھ دیا کرتی تھیں۔

''بڑی اماں...... ! بھابی اپنے کمرے میں ہیں...... میں انہیں بلا لاتی ہوں''۔ رانیہ کہہ کر بھاگی اور مزدک ناگواری سے پہلو بدل کر رہ گیا۔

''ہیں...... یہ شہر بانو کب سے دن دہاڑے کمرے میں جا بیٹھی...... ارے...... اس لڑکی کے بغیر بھلا تیاریاں کیسے ہوں گی...... جویریہ......''

''کیوں بڑی اماں! کیا بھابی شادیاں کروانے والی خاتون ہیں جو ان کے مشورے کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا......'' سنی بھی آخر کب تک خود پر قابو رکھتا۔

''ہائے...... میں کوئی بات کروں اور تم نہ پکڑو...... ایسا کب ہوا ہے...... اب تم بھی یہ چونچلے چھوڑ کر ذرا ذمہ دار بنو...... تاکہ کوئی بدنصیب تمہارے پلے بھی باندھی جائے...... شاید شادی کر کے ہی تم میں کچھ سمجھ آ جائے''۔

''میں تو خود کہتا ہوں...... بڑی اماں! لیکن کوئی میری سنتا ہی نہیں''۔ سنی کا منہ ان کے ''حسین'' کہنے پر ذرا بگڑا تھا لیکن اگلے ہی لمحے وہ کھلکھلا کر بولا تو علی نے اسے زوردار ٹہوکا دیا اپنی شامت وہ بلا چکا تھا۔

''ماشاءاللہ...... ماشاءاللہ...... تو دیکھ لی ہوگی تم نے بھی کوئی...... علیش کے نقش قدم پر چل رہے ہو کیا...... اس کی بیوی کافی ہے ہمیں ستانے کے لیے اب تم بھی یہی تماشہ دہراؤ گے کیا...... شرم بھی ہے کچھ تم میں یا نہیں...... تمہاری ماں تو بے بھی سیدھی سی...... دوسرے ہی دن رونے بیٹھ جائے گی''۔ اپنے بڑے بیٹے علیش کی پسند کی شادی کے بعد سے بڑی اماں ایسی شادیوں کے کافی خلاف ہو گئی تھیں۔ حالانکہ عناب بھابی اتنی بری بھی نہیں تھیں بس ذرا سی کام چور تھیں اور یہی بڑی اماں کے

لئے نا قابل قبول تھا۔ سنی انہیں شروع کرا کر اب اپنے بھاگنے کا راستہ ڈھونڈ رہا تھا۔ مزدک اس کے برے برے منہ کے زاویے دیکھ کر مسکرائے جا رہا تھا۔ تبھی دروازہ کھٹ سے کھلا اور شہر بانو انواع و اقسام کے لوازمات سے بھری ٹرالی سمیت داخل ہوئی تو سنی نے سکون کا سانس لیا۔

''لو...... تم کچن میں تھیں ...... رانیہ تمہارے کمرے میں گئی ہے تمہیں بلانے ...... یہ دیکھو حسین میاں ...... ایسی ہوتی ہے بہو ...... بناکہے اپنی ذمہ داریاں سمجھنے والی ...... اگر ایسی کوئی لڑکی پسند کرو تو ضرور بتانا ......'' شہر بانو کے سلام کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے سنی کو بھی رگیدا تو شہر بانو نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کھسیائے بیٹھے سنی سے قصہ جاننا چاہا۔ جواب میں سنی نے پہلے سے بھی زیادہ بیچارہ منہ بنایا تو وہ مسکراتی ہوئی بڑی اماں کے ساتھ بیٹھ گئی۔

اور کسی نے دیکھا ہو یا نہیں لیکن مزدک نے سنی اور شہر بانو کے درمیان ہونے والی اشاراتی گفتگو کو کافی ناگواری سے دیکھا۔ گرے کاٹن کے سادہ سے سوٹ میں بالوں کو سختی سے باندھے اس عام سے نقوش والی لڑکی سے اس لمحے مزدک کو شدید نفرت محسوس ہوئی جو اس محفل کا شاید سب سے خاص حصہ تھی۔

''اب تم ہی بتاؤ شہر بانو! ...... کیا حل کروں اس مسئلے کا ...... صالحہ کا پکا فیصلہ ہے یہاں آنے کا ...... لیکن آخر میز کی بھی تو وہ ہی اکلوتی پھوپو ہے ...... میں نے تو کہا ہے ہماری طرف سے شرکت کرے وہ ......'' صالحہ پھوپو کا نام سنتے ہی سنی کے کان کھڑے ہوگئے اور شہر بانو کے چہرے کی مسکراہٹ اور بھی گہری ہوگئی۔

''میں کیا کہوں بڑی اماں! ...... جو آپ کو ٹھیک لگے ......'' شہر بانو کی سعادت مندی کم از کم اس وقت سنی کو بے حد بری لگی۔

''بھابی ...... صالحہ اور اس کی بچیاں یہاں سے شامل ہوں یا آپ کی طرف سے بات تو ایک ہی ہے ...... لیکن آپ بچیوں کو یہاں بھیج دیں تو بہتر ہے ...... آمنہ اور رانو تو بچپن کی سہیلیاں ہیں ...... وہ صالحہ آپا سے نہیں کہے گی لیکن مجھے پتا ہے وہ یہاں آنا چاہتی ہوگی ......'' فاطمہ بیگم نے بھی گفتگو میں حصہ لیا تو سنی کا دل چاہا ان کے گلے

لگ جائے۔ انجانے میں ہی سہی وہ اس کی خواہش پوری کر رہی تھیں۔
"ہاں...... چلو یہ بھی ٹھیک ہے......" بڑی اماں نے اثبات میں سر ہلا دیا تو شہر بانو سنی کو وکٹری کا نشان دکھانے لگی۔ آخر اس نے ہی فاطمہ بیگم کو اس بات پر راضی کیا تھا لیکن سنی کو اس پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ منہ پھلائے بیٹھا رہا۔ مزدک نے ایک لمحہ اس ماحول کو دیکھا۔ ایک گہرا ملال اس کے دل میں گھر کرنے لگا۔ سب کے درمیان ہو کر بھی وہ کسی کے ساتھ نہیں تھا۔ وہ آہستگی سے اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے ہونے یا نہ ہونے سے کسی کو فرق نہیں پڑتا لیکن ایسا نہیں تھا۔ اس کے اٹھتے ہی شہر بانو نے ایک گہری پرسکون سانس لی۔ اس کی موجودگی کو برداشت کرنا ایک بہت بڑا مرحلہ تھا جو شہر بانو کو اس وقت بہت مشکل لگ رہا تھا۔ بظاہر وہ نارمل نظر آ رہی تھی لیکن جب سے وہ اس کمرے میں آئی تھی اس کے ہاتھ پاؤں اس شخص کی موجودگی کے احساس سے کانپ رہے تھے اور دل سکڑ کر رہ گیا تھا۔ اس نے ایک بار بھی نگاہ پھیر کر مزدک کرمانی کو نہیں دیکھا تھا لیکن جب تک وہ موجود تھا، وہ اپنی جگہ ہی بیٹھی رہی اگر وہ یہ بات جان جاتا تو ضرور شہر بانو کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتا۔
الارم کی آواز پر وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ساری رات وہ اس الارم کی کشمکش میں سو بھی نہیں پایا تھا۔ اسے ہر حال میں ناشتہ سب کے ساتھ کرنا تھا کیونکہ ایک اسی وقت پر گھر کے تمام افراد موجود ہوتے تھے اور وہ اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ تقریباً بھاگتا ہوا وہ ڈرائنگ روم تک پہنچا تو توقع کے مطابق سب موجود تھے۔ اسے یہ دیکھ کر زیادہ خوشی ہوئی کہ شہر بانو اس وقت ندارد تھی۔
"صبح بخیر......" فاطمہ بیگم کے برابر والی کرسی گھسیٹتے ہوئے وہ مسکرایا۔

''گڈ مارننگ برادر! ......یہ تم صبح صبح کیسے اٹھ گئے ......تمہاری صبح تو کافی بعد میں ہونی چاہیے تھی نا ......'' سنی کا بھی اپنا انداز تخاطب بھی اتنی خوبصورتی سے کرتا کہ مخاطب سمجھ کر بھی مسکرانے پر مجبور ہو جاتا۔

''ہاں ......بس میں چاہتا ہوں ......ہمارے وقت میں جو دوری ہے وہ اب ختم ہو جائے ......کیوں اماں! ......کیا میں اب پھر سے آپ کی زندگی میں آپ کے ساتھ شامل نہیں ہو سکتا ......؟'' پلیٹ اپنے سامنے کھسکاتے ہوئے وہ انتہائی آہستگی سے فاطمہ بیگم سے مخاطب ہوا تو وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔ وہ اندازہ کر سکتی تھیں۔ اس انا پرست انسان نے یہ الفاظ کس قدر مشکل سے ادا کیے تھے۔ اس کے چہرے کی تنی رگیں اس کے دل و دماغ میں چلتی کشمکش عیاں کر رہی تھیں۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کا دایاں بازو محبت سے تھاما اور اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

''شامل ہونا یا نہ ہونا تو تم پر منحصر ہے مزدک! ......ہم تو کل بھی تم سے پیار کرتے تھے اور آج بھی ......اور پیار میں اتنی گنجائش تو ہوتی ہی ہے۔ بیٹا ہم سب تو تمہارے ......ہیں'' مزدک کا دل ایک ہی لمحے میں شدید ناگواری اور غصے سے بھر گیا۔ اماں انتہائی محبت سے اس کے گزرے وقت کے زخموں پر پھاہے رکھ رہی تھیں۔ وہ بھولتا جا رہا تھا کہ پچھلے چند برس اس نے کس قدر تنہائی اور تکلیف میں گزارے تھے کہ بڑا سا ہاٹ پاٹ اٹھائے وہ چلی آئی اور اس کے آتے ہی اماں انتہائی غیر محسوس انداز میں مزدک سے فاصلے پر ہو گئی تھیں اور اس بار مزدک کا دل شہر بانو کی موجودگی سے نہیں دکھا تھا بلکہ اس کے آتے ہی اماں کے رویے میں پیدا ہونے والی بیگانگی نے اسے تکلیف دی تھی۔ اس نے بلا ارادہ اس عام سی صورت والی لڑکی کو دیکھا جس کے لیے اس کی ماں کی آج بھی محبتیں وقف تھیں۔ ایک ہی پل میں جیسے اسے سارے جہان کی خوشی مل گئی۔ شہر بانو کے سانولے چہرے پر اسے فاطمہ بیگم کے اس قدر قریب دیکھ کر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ بے یقینی سے ان دونوں کو دیکھ کر نظر پھیر گئی تھی

لیکن مزدک سے اس کی بے چینی چھپی نہ رہی۔
''واہ...... محترمہ ...... اب بھلا کیسے برداشت ہوگا تم سے...... کہ میں اپنا حق واپس لے لوں ...... لیکن یہ تو ہونا ہی ہے ...... اور اب میں جو کروں گا ...... وہ تو شاید تم برداشت بھی نہ کر پاؤ......'' ایک ہی لمحے میں شہر بانو کی ذات کی بہت بڑی کمزوری اس پر ظاہر ہوئی تھی۔ کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ ہاٹ پاٹ رکھ کر وہ کرسی پر گر سی گئی۔ مزدک نے ایک لمحے میں ہی ساری بازی اپنے ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے ایک نظر ڈائننگ ٹیبل پر موجود سب لوگوں کو دیکھا اور گلہ کھنکارتے ہوئے گویا ہوا۔
''میں اب اپنی کچھ غلطیاں سدھارنا چاہتا ہوں۔ اماں! جو بھی ہوا...... شاید ویسا نہیں ہونا چاہیے تھا...... اسی لیے ...... میں نے سوچا ہے ...... کہ ...... اگر آپ کو ٹھیک لگے تو ...... میں بانو کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں ......'' اس نے بڑی مشکل سے اپنا فقرہ مکمل کیا۔ اتنی بڑی بات وہ کیسے کہہ گیا تھا یہ یقین اسے نہیں آ رہا تھا تو پھر باقی سب بے یقین کیوں نہ ہوتے۔ اماں، ہنی، علی اور رانیہ سب انتہائی حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے اور شہر بانو پر کیا بیتی تھی یہ جاننے کا اسے کوئی شوق نہ تھا۔ وہ جو چاہتا تھا وہ ہو چکا تھا۔ اس کے سب اپنے پوری توجہ کے ساتھ اسے دیکھ رہے تھے اور پہلے کی طرح اس کے انکشافات پر حیران بھی تھے۔
''میں بھی اب جینا چاہتا ہوں اماں ......! اور میں جان چکا ہوں کہ آپ کا ہر فیصلہ میرے لیے درست ہی ہوگا ......'' اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہنے کی پوزیشن میں آتا وہ تیزی سے اٹھا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے جاتے ہی جیسے سب کے وجود میں جان آ گئی۔ سب کی نظریں ساکت بیٹھی شہر بانو پر ایک ساتھ جم گئی تھیں۔ جس کا وجود اس وقت قیامت کی زد میں تھا۔ یہ تو اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ ''وہ'' یوں بھی کر سکتا تھا۔
''جب دل چاہا بھری محفل میں ٹھکرا گئے اور جب جی میں آیا اپنانے چلے آئے ...... یوں تو کوئی کھلونوں کے ساتھ بھی نہیں کرتا ...... مجھے زہر دے دیجیے گا خالہ! ...... کوئی

بھی فیصلہ کرنے سے پہلے......"بنا ایک بھی آنسو بہائے وہ انتہائی مضبوط لہجے میں بولی۔اسے صرف مزدک کرمانی پر ہی نہیں ان سب پر بھی غصہ آ رہا تھا جنہوں نے یہ خرافات سن کر بھی کچھ نہیں کہا تھا۔

"شہر بانو!......تم......"

"خالہ!......میرے لیے صرف موت کا فیصلہ کیجیے گا......مجھے اور کوئی فیصلہ منظور نہیں ہوگا......"اتنا کہہ کر وہ خود پر ضبط کھو بیٹھی تھی۔ڈائننگ ٹیبل پر سر رکھ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔فاطمہ بیگم کا دل جیسے کسی نے مسل ڈالا۔اس نہج پر تو انہوں نے ابھی تک سوچا بھی نہیں تھا۔مزدک نے ایک بار پھر انہیں کشمکش میں ڈال دیا۔

"ارے......ہو کیا رہا ہے یہ سب......کوئی تو مجھے بھی بتائے......اماں چپ چاپ ہیں......شہر بانو کے چہرے پر مسکراہٹ بھول کر بھی نہیں آ رہی......برادری اکٹھی کر کے تم سب سناٹوں میں ڈوبے ہوئے ہو......مذاق بنوانا ہے کیا......سب ہنسیں گے ہم پر......رانو!......کیا تماشہ ہے یہ سب......؟"ثنا کے ہاتھ جب کوئی اور بات نہ لگا تو اس نے کمرے میں چھپی بیٹھی رانیہ کو آن گھیرا۔اسے گھر پر چھایا سکوت برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

"ہم کیا تماشہ کریں گے......تماشہ تو اس بار بھی وہی کریں گے جنہوں نے پہلے کیا تھا......"رانیہ بھی اس سے زیادہ خاموش نہیں رہ سکی۔ایک ہی سانس میں اس نے ثنا کو صبح کا سارا واقعہ سنا ڈالا۔اس کی بات سن کر ثنا کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔شادی سر پر تھی اور ایک نیا مسئلہ شروع ہو گیا تھا۔

"کتنی دیر تک بھابی روتی رہیں......اتنی بڑی بات کہہ کر وہ تو سکون سے اٹھ گئے......اور ہم سب......"

"چلو......تم خوش ہو جاؤ ناں......لالہ کو بلاؤ......تم ہی نے شور مچا رکھا تھا......اب وہ آئے ہیں تو کچھ تماشہ تو ہوگا ہی ناں......"

''ثنا آپی ...... میں تو ......''

''چپ رہ رانو! ...... سوچنے دو مجھے ..... ایسا بھلا کیسے چلے گا ...... سارا خاندان جمع ہو رہا ہے ...... ہر کسی کو یہی ٹوہ ہے مزدک لالہ اتنے عرصے بعد لوٹے ہیں تو اب کیا ہوگا۔ ان کے اور شہر بانو کے درمیان ...... ہر کوئی کہانیاں بنائے گا ...... کیسے سنبھالا جا سکتا ہے اس سچویشن کو ...... اب پھر سے ہم رشتے داروں کے درمیان قصہ بنیں یہ مجھ سے تو برداشت نہیں ہوتا ......'' ثنا کے فکر میں ڈوبے الفاظ اندر داخل ہوتی شہر بانو نے بڑے دکھ سے سنے تھے۔ وہ جانتی تھی اس وقت سب کس قدر پریشان تھے لیکن یہ ایسا معاملہ تھا جس میں وہ چاہ کر بھی سب کی مشکل آسان نہیں کر پا رہی تھی۔

''ثنا آپی! ...... آپ بھابی سے بات کریں ناں ......'' رانیہ اس کی آمد سے بے خبر تھی تبھی اس نے ثنا کو مشورہ دیا۔

''رانو! ...... اصل میں یہ سارا جھگڑا شروع ہی تیری وجہ سے ہوا ہے ...... اس لیے تو تو چپ ہی رہ ......''

''آپی! ...... میں نے کیا، کیا ہے؟ وہ دونوں ایک مضبوط رشتے میں جڑے ہیں ...... اور جب تک یہ رشتہ ہے ایسے سوال تو اٹھیں گے ہی ناں ......''

''رانیہ ٹھیک کہہ رہی ہے ثنا ......'' رانیہ کی بات کے جواب میں ثنا اسے کچھ سنانا ہی چاہتی تھی کہ شہر بانو کی آواز پر وہ دونوں حیران سی مڑیں۔

''جب تک رشتہ ہے ...... سوال تو اٹھیں گے ہی ...... تم نے جو بھی کہا ...... وہ بھی غلط نہیں ہے ...... میں نہیں چاہتی خاندان میں ہمارے حوالے سے کوئی تماشہ بنے ...... اور ایسا نہ ہو ...... اس کے لیے میں کچھ بھی برداشت کروں گی ...... یہ میرا وعدہ ہے ......'' شہر بانو نے اندر آتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا لیکن بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں جمع ہونے والا پانی اس کے دل میں مچی تباہی کا پتہ دے رہا تھا۔

''ہم میں سے کوئی بھی تمہیں امتحان میں نہیں ڈالنا چاہتا...... لیکن یہ جو رشتے کی پھوپیاں...... خالائیں ہوتی ہیں ناں...... یہ ہر بات کی کہانی بنا ڈالتی ہیں...... تم کتنا ہنستی ہو...... کیا باتیں کر رہی ہو...... ہر بات کو تولیں گی وہ...... میری شادی پر تم نے ہی سب سنبھالا تھا...... اور تمہارا رویہ اتنا مضبوط تھا کہ کسی کو حوصلہ نہیں ہوا، سوال اٹھانے کا...... لیکن اب اگر تم ہی حوصلہ ہار جاؤ گی تو کیا کیا قصے نہ بنیں گے...... میں تو بس اتنا جانتی ہوں شہر بانو! ...... ہمیشہ کی طرح اس بار بھی تم کو ہی اپنے رویے سے سب کی زبانیں بند کرنی ہیں...... اور رہ گئے مزدک لالہ! ...... تو ان کا فیصلہ اماں کریں گی...... وہ ان پر چھوڑ کر تم اپنی ذمہ داریاں سنبھالو...... انشاءاللہ...... پھر سب ٹھیک ہوگا......'' ثنا کے الفاظ میں اس کے لیے خلوص اور پیار تھا اور اپنا ہی احساسات کے خیال میں تو وہ کچھ بھی سہہ سکتی تھی۔

''واہ بھئی واہ...... دیکھا رانو! ...... یہ ثنا کتنی سیانی لگ رہی ہے۔ مجھے تو لگتا ہے اس میں بھی کسی پرانی پھوپی یا خالہ کی روح حلول کر گئی ہے...... اور یہ کیا ثنا! ...... تمہیں جرأت کیسے ہوئی رانو کو اتنا ڈانٹنے کی...... کچھ ہی دن کی مہمان ہے وہ...... اور تم اسے ڈرا رہی ہو'' شہر بانو نے بروقت خود پر قابو پاتے ہوئے اپنے مخصوص لہجے میں بولنا شروع کر دیا تو رانیہ اور ثنا کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی اور انہیں مسکراتا دیکھ کر شہر بانو کا دل شانت ہونے لگا۔ وہ اس گھر اور اس کے مکینوں کی خوشی کے لیے ہی تو جیتی تھی پھر بھلا وہ کیسے برداشت کرتی کہ اس کی وجہ سے اس کے پیاروں کی آنکھوں میں آنسو ہوں۔

''اور کیا بھابی! ...... اتنا ڈانٹا ہے انہوں نے مجھے...... انہیں کچھ تو خیال کرنا ہی چاہیے تھا آخر میری شادی ہونے والی ہے......'' رانیہ نے اس کے ساتھ لگتے ہوئے لاڈ سے کہا۔

''توبہ...... توبہ...... ایسی بے شرم لڑکی میں نے تو زندگی بھر نہیں دیکھی...... اپنی ہی شادی کی بات کتنے دھڑلے سے کر رہی ہے...... کچھ تو شرم کرو رانو! ...... اب یوں اترا اترا کر تو میرا دل نہ جلاؤ......'' سنی نہ جانے کب سے ان لوگوں کی باتیں سن رہا تھا لیکن رانیہ کی بات سن کر وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا اور فوراً رانیہ کو شرمندہ کرنے چلا آیا۔

''ہاں..... تو کیوں نہ اتراؤں..... آخر اتنی اچھی سسرال مل رہی ہے مجھے.....'' رانیہ کی دشمنی علی سے بھی کافی پرانی تھی تو وہ کیوں اسے تنگ کرنے میں پیچھے رہتا اور اس بار رانیہ سچ مچ تڑپ گئی یہ تو اس کی اور بڑی اماں کی رازکی بات تھی۔ علی کو کیسے پتہ چل گئی۔

''فکر نہ کرو..... کر لے یہ ان ساس..... سسر سے لاڈ..... منیر ہے ناں..... وہ اس کے لاڈ نکالے گا..... سنجیدہ نہ بنا ڈالا اسے تو پھر کہنا..... ساری فرمائشیں کرنا بھول جائے گی..... سنی نے اسے ڈرانا چاہا۔

''دفع ہو جاؤ سنی اور علی یہاں سے..... بددعائیں دے رہے ہو..... اور تمہارے اس اینگری ینگ مین کے بھی سارے پول کھل گئے ہیں، بڑی اماں..... رانو کی چوائس..... رانو کی مرضی کے علاوہ وہ بھی آج کل کچھ نہیں بول رہا..... رانو کبھی نہیں بدلے گی وہ ہمیشہ ایسی ہی رہے گی..... گول روٹی نہ پکانے والی..... موٹی موٹی کتابیں پڑھنے والی اور اپنی ضدیں منوانے والی.....''

''واہ بھائی!..... آپ اچھی سپورٹر ہیں میری..... آپ تو طعنے دے رہی ہیں.....'' رانیہ کو دیر سے ہی سمجھ آ ہی گئی تو وہ احتجاجاً چلائی اور اس کے چیخنے پر سب ہنسنے لگے۔

''میں ہنستی ہوں تو یہ سب ہنستے ہیں..... لیکن میرا نصیب..... میرے مولا!..... مجھے حوصلہ دے کہ میرے آنسو ان سب کی ہنسی سے دور رہیں..... اور میں ان کو خوشیاں دے سکوں۔'' رانو کو اپنے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے شہربانو نے چپکے سے دعا مانگی۔

''مجھے سب کچھ ایک دم پرفیکٹ چاہیے علی..... پچھلی بار کی طرح عین ٹائم پر ہنگامہ مت مچا دینا..... ٹینٹ والا نہیں ملا۔ لائٹ والا دیر سے آئے گا..... ابھی اور اسی وقت سب فائنل کرو..... مجھے کوئی ڈرامہ کر کے مت دکھانا.....'' شہربانو کی آواز پر اس کی توجہ اخبار پر سے ہٹ گئی تھی۔

سارے کمرے میں کھلبلی سی مچی تھی اور وہ سب کو ہدایات جاری کرتی کافی مصروف نظر آ رہی تھی۔گرین اینڈ بلو چائنہ سلک کے سوٹ پر معمول کی نسبت سے ڈارک میک اپ کیے وہ کافی اچھی لگ رہی تھی۔

''کتنا بولتی ہے یہ...... پتا نہیں اماں کو اس میں کیا نظر آیا تھا...... میرا تو خیال تھا صبح میں نے جو بم پھوڑا تھا اس کے بعد کچھ سکون میں آ جائے گی...... خیر ہوگا تو اب بھی وہی جو میں چاہوں گا...... جتنا بول سکتی ہے بول لے بے چاری...... پھر تو بولتی بند ہونی ہی ہے......'' اخبار پر نظریں ٹکائے ہوئے وہ بے خیالی میں اسے ہی سوچنے لگا آخر کار وہ ایک ایسا پلان بنا ہی چکا تھا جس کے تحت وہ شہر بانو بیگم کی اس مصیبت سے چھٹکارا پا سکتا تھا۔

''شکر ہے تمہیں یاد تو آئی......'' اس کی آواز نے ایک بار پھر مزدک کرمانی کی سوچ کا سلسلہ توڑ دیا تو وہ جھنجلا گیا۔

''جاہل...... گنوار......'' اس نے سر جھٹکتے ہوئے اس پر ایک ناگوار نظر ڈالنا چاہی لیکن اس کی نظر وہیں جم کر رہ گئی۔کندھے تک جھولتے سنہری بال، دلکش رنگت اور دلکش مسکراہٹ، اتنے برسوں بعد بھی وہ ایک ہی لمحے میں اسے پہچان گیا تھا۔

''روحمہ میر...... میری روحی......'' اس کے اندر کے سرکش مزدک کرمانی نے کروٹ لی اور وہ جیسے کسی جادو کے اثر میں کھڑا ہو گیا۔روحمہ میر کو دیکھ کر وہ بھول ہی گیا کہ اتنے سالوں میں ان کے درمیان سب کچھ بدل چکا تھا اور اب وہ پہلے سی بے ساختگی کہیں نہیں تھی لیکن اس پر تو جیسے جنون سوار ہوا تھا۔وہ تقریباً بھاگتا ہوا درمیان کا فاصلہ طے کر گیا تھا۔اسے دیکھ کر شہر بانو کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا لیکن مزدک کو اس کے تاثرات کی کیا پرواہ تھی۔

''روحی!...... تم...... آئی...... ڈونٹ بلیو کہ تم میرے سامنے ہو......'' روحمہ کا بازو پکڑ کر اس نے اسے اپنی طرف موڑا تو روحمہ کے چہرے کی مسکراہٹ اور بھی

گہری ہوگئی تھی۔

''مزدک......اوہ......گاڈ......تم کب واپس آئے......اچھا......تو یہ سرپرائز تھا......شہربانو......تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ مزدک لوٹ آیا ہے......'' روحمہ کھلکھلاتی ہوئی شہربانو سے مخاطب ہوئی تو مزدک کو جھٹکا سا لگا۔ پچھلے لمحے کی بےخودی شہربانو کا نام آتے ہی مٹ گئی اور تمام تلخ حقیقتیں اس کی رگوں میں انگارے بھر گئیں۔ وہ غیر محسوس انداز میں روحمہ سے فاصلے پر ہوگیا۔ اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو شہربانو نے پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔

''میں نے سوچا تم کو سرپرائز دوں......'' شہربانو بہت سنبھل کر بولی تو مزدک نے ایک کڑوی نظر اس کے سانولے چہرے پر ڈالی۔ روحمہ کے ساتھ اس کی بےتکلفی مزدک کو ذرا نہ بھائی تھی۔

''بہت ہی اچھا سرپرائز ہے......کتنا بدل گئے ہو تم......مونچھیں رکھ لی ہیں......کتنے ڈیشنگ لگ رہے ہو......ایک لمحے کو میں تمہیں پہچان ہی نہ پائی تھی......'' روحمہ نتائج کی پرواہ کیے بنا ہی اپنی مخصوص بےتکلفی سے بولتی چلی گئی۔

''لیکن......میں نے ایک لمحے میں تمہیں پہچان لیا تھا......تم بالکل نہیں بدلیں۔''

''بالکل......ہم بدلنے والوں میں سے نہیں ہیں......تم بتاؤ......اتنا عرصہ کہاں رہے......'' روحمہ میر ہمیشہ کی طرح پرسکون تھی۔ اسے مزدک کے لہجے میں کچھ معنی محسوس نہیں ہوئے تھے لیکن شہربانو پر اس کے انداز کے معنی اچھی طرح واضح ہوگئے تھے۔ اسے اپنا آپ روحمہ میر اور مزدک کرمانی کے بیچ اضافی لگ رہا تھا اور شاید مزدک بھی اس وقت یہی چاہتا تھا کہ شہربانو یہاں سے ہٹ جائے۔

''ارے..... تم کہاں چل دیں..... ابھی تو محفل سجے گی..... آج تو ہمارا گروپ مکمل ہوا ہے.....'' روحمہ جتنی بے خبر ظاہر ہو رہی تھی۔ یقیناً اتنی تھی نہیں تبھی تو اسے کھسکتے دیکھ کر ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

''نہیں..... وہ..... میں آتی ہوں ابھی.....'' شہر بانو نے بہانہ تراشنا چاہا۔

''ہرگز نہیں..... مسز مزدک کرمانی!..... آپ میرے ساتھ بیٹھیں گی..... کام تو ہوتے ہی رہیں گے..... تم سناؤ مزدک اتنا عرصہ کیا کیا..... وہاں تو خوب گوریوں سے چکر چلائے ہوں گے.....'' روحمہ کی روانی سے چلتی زبان مزدک کو ٹھٹکرانے پر مجبور کر گئی۔

''مجھے ایسا کوئی شوق نہیں ہے..... اور نہ ہی میرے پاس ان کاموں کے لیے وقت تھا.....''

''جی..... ہاں..... اب تمہاری بیوی جو سامنے بیٹھی ہے..... یونہی نیک بنو گے.....؟''

''مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے..... میں جو ہوں..... اس پر مجھے کوئی شرمندگی نہیں ہے..... تم بتاؤ..... تمہاری لائف میں کیا چل رہا ہے.....؟'' مزدک کو اس کے بار بار شہر بانو کا ذکر لانے سے چڑ ہونے لگی تو اس نے موضوع ہی بدل ڈالا۔

''میری لائف تو ہمیشہ کی طرح سپر ہٹ ہے..... تمہاری مسز کی طرح بڑا تو نہیں ایک چھوٹا سا امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس چلا رہی ہوں..... اور ایک عدد انگیجمنٹ بھی کروا چکی ہوں۔ جلد ہی اس کا انجام شادی کی صورت میں ہونے والا ہے..... یوں سمجھو..... آرام ہی آرام ہے.....'' شہر بانو کے بارے میں سن کر وہ اس قدر چونکا کہ روحمہ کی انگیجمنٹ والے انکشاف پر غور ہی نہ کر سکا۔

''یہ جاہل ...... گنوار ...... کس چیز کا بڑا بزنس چلا رہی ہے ......؟'' مزدک نے حیرت سے سوچا لیکن بھلا پوچھتا تو کس سے۔

''تم بتاؤ ...... کیا پلان ہے ...... ہمیشہ کے لیے لوٹ آئے ہو یا ......''

''نہیں ...... فی الحال تو میں وہاں مستقل ہوں ...... اور واپسی کا کوئی پلان نہیں ...... صرف رانیہ کے بیاہ تک یہاں ہوں ...... پھر میں شہر بانو کے ساتھ ......'' مزدک کا فقرہ مکمل ہونے سے پہلے شہر بانو کا ضبط جواب دے گیا۔ وہ جھٹکے سے اٹھی اور وہاں سے چلی گئی۔ اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں چھلک آنے والے آنسو مزدک سے چھپے نہ رہے تھے۔ چند لمحے پہلے کی اس کی ساری بہادری مزدک پر عیاں ہو گئی تھی۔ اس کے لیے یقیناً یہ ذکر نا قابلِ برداشت تھا اور مزدک یہی تو چاہتا تھا کہ وہ اختلاف کر کے سب کی نظر میں بری بن جائے۔

''مشکل تو ہے ...... لیکن شہر بانو! تمہاری برداشت کی آخری حد تک میں تمہیں آزماؤں گا ......'' مزدک کے ہونٹوں پر بڑی پراسرار مسکراہٹ بکھری تھی جسے چھپاتے ہوئے وہ روحمہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جو اس کے نامکمل فقرے پر کافی حیران بیٹھی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا شہر بانو کو ہوا کیا تھا۔

''میں نے فیصلہ کیا ہے روحی! ...... کہ بانو کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤں ......'' روحمہ کے سامنے اس قدر بے تکلفی سے شہر بانو کا نام لینا اسے اچھا تو نہیں لگ رہا تھا لیکن کیا کرتا اس وقت اس کے ذہن میں صرف ایک ہی بات کی تکرار ہو رہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح شہر بانو کو اپنے گھر والوں سے دور کرنا ہے۔

''کیا ...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو مزدک! ......'' روحمہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں اس نامکمل فقرے کی وضاحت اس کے ہوش ٹھکانے لگا گئی تھی۔

''کیوں ...... کچھ غلط ہے اس میں ...... صبح سب گھر والوں کا بھی یہی ری ایکشن تھا ...... بھلا ایسا بھی کیا کہہ دیا میں نے ......'' مزدک اس قدر سادگی سے بولا جیسے سچ مچ

اس حیرانگی کی وجہ نہ جانتا ہو۔

''نہیں ......وہ......آج تک جو بھی ہوا......کیا تم اس رشتے کو قبول کر چکے ہو......'' روحمہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح بات شروع کرے۔

''میں اس کا جواب تمہیں اماں کے سامنے دوں گا......آؤ......'' روحمہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے وہ اسے فاطمہ بیگم کے کمرے کی طرف لے آیا۔ فاطمہ بیگم اپنے سامنے بہت سے زیورات رکھے ان کا معائنہ کرنے میں مصروف تھیں۔ ان دونوں کو ایک ساتھ آتے دیکھ کر وہ کچھ ٹھٹک سی گئیں۔ ماضی کی بے نام سی سرگوشیاں انہیں پریشان کر گئیں۔ مزدک نے کبھی ان کے سامنے نہیں کہا تھا لیکن اس کے جانے کے بعد جعفر کرمانی نے دبے لفظوں میں مزدک کے احتجاج کی وجہ روحمہ کو قرار دیا تھا۔

''روحی!......تم کب آئیں بیٹا......'' انہوں نے کافی تردد بھری نظر مزدک کے ہاتھ میں دبے روحمہ کے ہاتھ پر ڈالتے ہوئے خود کو نارمل ظاہر کرنا چاہا۔ یوں شاید وہ خود کو مزدک کی کسی نئی بغاوت کے لیے تیار کرنا چاہتی تھیں۔

''وہ......میں......''

''روحی!......تم چپ رہو......اور یہاں بیٹھو......'' مزدک اسے فاطمہ بیگم کے برابر بیٹھنے کا اشارہ کرتا ایک گہری سانس لیتے ہوئے گویا ہوا۔

''صاف اور سیدھی بات کروں گا......جب یہاں سے گیا تھا تو شاید کچھ غلطیوں میں تھا......لیکن آج مجھے خواب اور حقیقت کا فرق معلوم ہو گیا ہے......میں اپنی زندگی میں سب نارمل کرنا چاہتا ہوں تو کیا یہ غلط ہے......جب میں نے اس رشتے سے انکار کیا تھا تو کیا کیا نہیں ہوا......اور اب میں سدھارنا چاہتا ہوں سب کچھ......تو سب مجھے بے یقینی سے دیکھتے ہیں......آخر کیا کروں میں......روحی!......تم تو میری دوست ہو ناں......تم اماں سے میری سفارش کرو کہ وہ میری غلطیاں معاف

کر کے مجھے ایک موقع دیں سب ٹھیک کرنے کا..... پلیز ..... یار! ..... تم تو میرا ساتھ دو .....'' روحمہ اس کے الفاظ پر قدرے پریشان دکھائی دینے لگی تھی۔ مزدک کا انداز اور الفاظ چیخ چیخ کر اس کی سچائی کا اعلان کر رہے تھے لیکن وہ شہر بانو کے دل میں اٹھتے طوفانوں سے بھی انجان نہیں تھی۔ وہ تو سوچا کرتی تھی کبھی مزدک کرمانی سے سامنا ہوا تو وہ اس کی خوب کھنچائی کرے گی لیکن آج وہ سامنے آیا تو اس نے کشمکش میں ڈال دیا۔ کسی زمانے میں روحمہ کی عادتوں میں جائز یا ناجائز کسی بھی صورت مزدک کا ساتھ دینا شامل رہا تھا اور اتنے عرصے بعد بھی اسے اپنا آپ بے بس لگ رہا تھا۔ اس کا دل مچل اٹھا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے وہ اپنے سب سے پیارے دوست مزدک کا ہی ساتھ دے اور اس بار بھی وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوگئی۔

''میں تمہارے ساتھ ہوں ..... اس عرصے میں جب تم ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ تم پر سب کچھ واضح ہو جائے ..... میری تمام تر ہمدردیاں شہر بانو کے لیے ہی تھیں ..... میرا ابھی خیال ہے تم نے جلد بازی میں بہت بڑی غلطی کی تھی جس کا ازالہ مشکل ہے ..... لیکن ہم پھر بھی کوشش کریں گے ..... سب ٹھیک ہو جائے ..... اور میرا نہیں خیال کہ فاطمہ آنٹی اس سلسلے میں ہمارا ساتھ نہیں دیں گی ..... آنٹی! ..... آپ اتنا تو جانتی ہیں ناں ..... آپ کا بیٹا غصے والا ضرور ہے لیکن منافق نہیں ..... وہ شرمندہ ہے .....'' روحمہ اس کی توقع کے عین مطابق اس کا ساتھ دے رہی تھی اور یہ مزدک کے لیے بہت بڑی جیت تھی۔ اگرچہ دل میں کچھ شرمندگی محسوس ہو رہی تھی کہ وہ روحمہ جیسی اچھی لڑکی کے اعتبار کا فائدہ اٹھا رہا تھا لیکن اس کا مقصد ان سب باتوں سے زیادہ اہم تھا۔

''میں کیا کر سکتی ہوں روحی! ..... تم ہی بتاؤ ..... شہر بانو کے لیے یہ قبول کرنا ممکن نہیں .....'' فاطمہ بیگم بے بسی سے بولیں۔

''میں جانتا ہوں اماں! ..... اور یہی بات تو میرے فائدے کی ہے .....'' مزدک سوچ کر مسکرایا تھا۔

urdunovels.net

’’جو بھی ہے آنٹی! ....ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ سب ٹھیک ہو جائے .....‘‘
’’ہاں .....لیکن .....میں کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتی .....پہلے بھی سب اسی نے کیا تھا.....اب بھی یہ خود ہی قائل کر لے اسے .....‘‘
’’ہوں .....اس گنوار کے نخرے اٹھانے ہی تو رہ گئے ہیں میرے نصیب میں .....‘‘مزدک خاموش تھا لیکن اس کے دل کی تلخی بڑھ رہی تھی۔ اس کے احساسات سے بے خبر فاطمہ بیگم کہہ رہی تھیں۔
’’میرے لیے تو اس سے بڑی کوئی بات ہی نہیں ناں .....دیر سے ہی سہی اسے میری بہو کی قدر تو ہوئی .....میری طرف سے کوئی تلخی نہیں ہے اسے کیسے منائے گا .....یہ اس کو سوچنا ہے .....‘‘
’’کیوں نہیں منائے گا .....بس آپ کی اجازت مل گئی .....اب ہم کھل کر آپ کی بہو کو منانے کی کوشش شروع کر دیں گے .....کیوں مزدک!‘‘ روحمہ کے مسکرا کر پوچھنے پر اسے اثبات میں سر ہلانا پڑا۔
’’کتنی بے ایمان ہو تم روحی! .....مزدک کو دیکھتے ہی پارٹی بدل لی .....شہربانو بہت بگڑے گی تجھ پر .....‘‘
’’میں جانتی ہوں آنٹی! .....لیکن میرے ماتھے پر لگا بدنامی کا داغ یونہی مٹے گا کہ مزدک شہربانو کو اپنا لے .....کہ پہلے جو بھی ہوا تھا اس میں کہیں نہ کہیں میں بھی حصہ دار تھی .....‘‘ روحمہ نے دکھ سے سوچا لیکن مسکراتے ہوئے گویا ہوئی۔
’’بے شک وہ میری دوست ہے .....لیکن سب سے پیارا دوست تو آج بھی مزدک ہی ہے .....تو میں اسی کا ساتھ دوں گی۔‘‘ روحمہ کے اترا کر بولنے پر فاطمہ بیگم نے

اسے محبت سے ساتھ لگالیا۔ روحمہ کے خلوص نے آج انہیں بہت متاثر کیا تھا۔

''تو ٹھیک ہے...... سمجھادو اپنے سب سے پیارے دوست کو...... کہ شادی پر ساری برادری اکٹھی ہوگی...... اس لیے بہتر یہی ہے کہ وہ کوئی تماشہ نہ کرے......''

''نہیں اماں!...... اب میں ایسا کچھ نہیں کروں گا...... جس سے آپ کو تکلیف ہو۔'' ان کے قریب بیٹھتے ہوئے مزدک نے لاڈ سے ان کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے کہا تو فاطمہ بیگم کا دل پرسکون ہوگیا لیکن اندر آتی شہربانو کی آنکھوں میں یہ منظر آنسو بھر گیا۔ فاطمہ بیگم کے ایک طرف روحمہ اور دوسری طرف مزدک بیٹھا تھا اور ان تینوں کے چہرے انجانے احساس سے چمک رہے تھے۔

''تو کیا یہاں پر میری جگہ ختم ہوگئی......'' پژمردگی سے سوچتے ہوئے وہ واپس مڑگئی تھی۔ مزدک کرمانی کے لیے اس کے دل میں کوئی احساس نہیں تھا لیکن روحمہ کے لیے وہ کچھ بھی قربان کرسکتی تھی۔

''میں ہمت نہیں ہاروں گی اگر برسوں بعد کچھ ٹوٹے رشتے پھر سے جڑ جائیں تو کیا برا ہے کسی کو تو خوشی ملے۔'' آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے حوصلے سے سوچنا چاہا لیکن آنسو رک ہی نہیں رہے تھے اتنے برسوں بعد بھی اپنی بے قدری کا دکھ کافی بے رحم لگ رہا تھا۔

''تو پھر وہ مجھے ساتھ لے جانے کی بات کیوں کرتا ہے...... کیا یہ کوئی نیا طریقہ ہے مجھے آزمانے کا جب کہ روحمہ اس کی پہلی محبت اس کے ساتھ ہے۔ کتنی چمک آگئی تھی اس کے چہرے پر روحمہ کو دیکھ کر اور خالہ بھی کب تک میرا ساتھ دیں گی...... مجھ میں ایسا ہے ہی کیا جو......''

''بھابی!...... بھابی!...... آپ کہاں ہیں...... سارا ڈیکوریشن کا سامان آگیا ہے آکر دیکھ لیں......'' علی کے چلانے کی آواز پر وہ جھٹکے سے کھڑی ہوگئی اور کچھ نہ بھی ہوتا

اس میں مگر دوسروں کی پرواہ تو بہت زیادہ تھی اس کو۔ شاید یہی خوبی خوبصورتی سے بڑھ کر تھی۔
گھر میں شادی کے ہنگامے زور و شور سے جاری تھے۔ مایوں والے دن سے ثناء اپنے بیٹے سمیت آ گئی تھی۔ دوسرے رشتے دار بھی آ رہے تھے لیکن صالحہ پھوپو کا ابھی تک کہیں پتا نہ تھا اور اس غم میں سنی کافی بے قرار تھا۔ ثناء اس کی چند دوستیں اور روحمہ ڈھولکی سنبھالے گانوں سے نبرد آزما تھیں لیکن سنی کو اس ہنگامے میں کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ بیقرار سا کبھی دروازے کی طرف دیکھتا اور کبھی فون کی طرف۔ شہر بانو کافی دیر سے اس کی بے قراری نوٹ کر رہی تھی۔
''فکر نہیں کرو..... آنے ہی والی ہوگی.....'' شہر بانو اس کے پاس آتے ہوئے معنی خیزی سے بولی۔
''کون..... کس کی بات کر رہی ہیں آپ.....؟'' سنی نے انجان بننے کی کوشش کی۔ لیکن شہر بانو کی ہنسی اسے شرمندہ کر گئی۔
''کیا کروں یار!..... اس کے آنے کے خیال سے ہی دل دھڑکے جا رہا ہے۔''
''سنی!..... تم بھی بالکل پاگل ہو..... لگتا ہے اب کچھ سوچنا پڑے گا.....'' شہر بانو نے بغور اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ سرخ چہرے اور اڑے اڑے حواسوں کے ساتھ وہ ہمیشہ سے لاپرواہ سنی سے کافی الگ لگ رہا تھا۔
''ہاں..... اڑا لیں مذاق..... آپ کو کیا پتا محبت کیا ہوتی ہے خود پر اختیار ختم ہو جاتا ہے..... دل چاہتا ہے ہر پل وہ سامنے رہے اسے دیکھتے رہنے کے سوا کوئی کام نہ ہو۔ اب آپ کہیں گی میں احمق ہوں..... لیکن یہ محبت ہے جو اتنی احمق ہے..... پتا نہیں میں اپنے دل کی بات اس سے کہہ بھی پاؤں گا یا نہیں۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے وہ مجھے تیز بولنے کی وجہ سے بے حد بری لگتی تھی اور اب اس کی یہی بات اسے سب سے منفرد کر گئی ہے میری نظر میں۔ میں اسے کہوں تو وہ مانے گی بھی نہیں۔ کتنا ستاتا رہا

ہوں میں اسے لیکن محبت کو بھلا اس الجھن سے کیا واسطہ ہے۔ بھائی آپ نے ٹھیک کہا...... میں پاگل ہو گیا ہوں۔ بھلا کوئی نارمل انسان ایسا کرتا ہے......؟'' وہ بہت زیادہ بدحواس ہو رہا تھا۔ اس کی کسی بات میں ربط نہیں تھا لیکن اس کے انداز اس کے الفاظ میں کچھ تو ایسا تھا جو شہر بانو کو نامکمل ہونے کا احساس دلا رہا تھا۔

''نہیں...... سنی! ...... ابنارمل تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو زندگی میں کبھی محبت نہیں کر پاتے...... میں نے تمہاری طرح کبھی محبت تو نہیں کی لیکن مجھے لگتا ہے اس جذبے کے لیے کوئی خاص شخص یا وجہ ہونا ضروری نہیں ہے...... کیا تمہاری الجھن اس بات سے ختم نہیں ہوتی کہ چند نارمل لوگوں میں تم ایک ہو...... جسے محبت کا جذبہ نصیب ہوا۔ ڈونٹ وری اس محبت کو تو میں تمہاری قسمت بناؤں گی۔''

شہر بانو نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے دوستانہ سے لہجے میں کہا اور اسی لمحے اس کے چہرے پر جانے کیسی تشنگی تھی کہ اپنے کمرے سے نکلتا مزدک ٹھٹک سا گیا۔ پیلے سوٹ پہ ہری اور پیلی چنریا اوڑھے، بڑے بڑے جھمکے اس کے سانولے چہرے پر روشنی پھیلا رہے تھے اور سیاہ آنکھوں میں اتری اداسی اس کے وجود کو عجیب طرح سے پرکشش بنا رہی تھی۔ مزدک کو کبھی بھی اس کے وجود سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی اور نہ ہی ہونی چاہیے تھی لیکن اس لمحے جانے کیا ہوا تھا کہ وہ اس پر سے نظر نہیں ہٹا پا رہا تھا۔ سنی کے بازو پر ہاتھ رکھے وہ اس سے کچھ کہہ رہی تھی اور پھر اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ کی کرن چمکی جس نے ایک پل میں اس کے سانولے چہرے کی ساری اداسی مٹا دی۔ وہ ہنسی تو اس کا عام سا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ ہنستے ہنستے اس نے ایک جھٹکے سے اپنی لمبی سی چوٹی کو پیچھے کیا تھا اور مزدک کو لگا اس کا دل ایک لمحے کو دھڑکنا بھول گیا تھا۔ شاید یہ مزدک کی زندگی کا سب سے بے بس لمحہ تھا کہ وہ اس لڑکی کو بے خودی سے دیکھے جا رہا تھا جس سے اس نے سب سے بڑھ کر نفرت کی تھی۔ اسے ہمیشہ اس کا چہرہ بدصورت لگا تھا لیکن اس لمحے میں اس کے سانولے چہرے پر پھیلی سادگی اور دلکشی مزدک کرمانی جیسے خود پسند بندے کو بے بس

کر گئی اور جانے اسی خود فراموشی میں کتنے ہی لمحے بیت گئے تھے کہ اچانک موبائل پر تسلسل سے ہوتی بیپ اسے ہوش کی دنیا میں لے آئی۔

''مزدک! ......کہاں ہو تم ......میں کب سے تمہارا نمبر ٹرائی کر رہی تھی ......'' سنیعہ کی آواز اسے سب کچھ بھلا دیا کرتی تھی لیکن ابھی تک وہ گزرے لمحے کے سحر سے نکلا نہیں تھا۔ تبھی اسے باقاعدہ کوشش سے خود کو حاضر کرنا پڑا۔

''وہ......میں......''

''مزدک! ......یونو ناں ......آئی مس یو ......تم کب آ رہے ہو......''

سنیعہ شاید واقعی اس وقت کافی پریشان ہو چکی تھی تبھی اسے بولنے کا موقع دیئے بغیر ہی اپنی کہے گئی اور چند لمحوں پہلے تک مزدک کے لیے اس کی یہ بے قراریاں کافی خاص تھیں لیکن اب جانے کیا ہوا تھا کہ وہ جھنجلا سا گیا۔

''میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں سنیعہ ......ابھی بزی ہوں یار......'' مزدک نے اس کی فیلنگز کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے موبائل آف کر دیا اور اس کی نظر میکانکی انداز میں اس طرف اٹھی تھی جہاں ابھی چند ثانیے قبل سنی اور شہر بانو کھڑے تھے لیکن اب کوئی نہیں تھا وہاں۔ مزدک کے دل میں یکبارگی سناٹا سا چھا گیا۔ یہ کیوں ہوا وہ سمجھ نہیں پایا تھا لیکن جوں جوں اس پر پچھلے لمحے کی خود فراموشی کا ادراک ہوا وہ حیران ہو گیا۔

''کیا میں شہر بانو کو دیکھ رہا تھا......اس کے لیے میں نے سنیعہ کو ڈانٹا......ایسا بھلا کیوں ہوا......کہیں میں پاگل تو نہیں ہو رہا ہوں......نہیں......میں بھلا اس گنوار کو کیوں دیکھوں گا جو......''

''لالہ! ......مزدک لالہ! ......آپ کو اماں بلا رہی ہیں ......رسم کرنی ہے ......''علی کی آواز پر وہ اپنے خیالوں سے باہر آیا۔

''آں ......یو ......او۔ کے لالہ ......''

''ہوں ......ہاں ......چلو ......سب مہمان آ گئے کیا ......؟''خود پر سے علی کا دھیان ہٹانے کے لیے اس نے جلدی سے موضوع بدلا۔

''اور ......کیا ......سب ہی تو آ گئے ہیں ......بس آپ کا انتظار ہے۔''علی کے ساتھ وہ لان کی طرف آ گیا۔ سب سے ملتا وہ اماں تک پہنچا۔

''چلو ......اب تو مزدک آ گیا ہے ......رسم شروع کرو ......''فاطمہ بیگم نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ مزدک کے چہرے پر ایک بڑی خوبصورت مسکراہٹ آ گئی۔ آخر وہ اپنا حق حاصل کر ہی چکا تھا۔ فاطمہ بیگم اس کے بغیر کچھ نہیں کر رہی تھیں اور یہ بڑی اہم خوشی تھی اس کے لیے۔ مزدک نے محبت پاش نظروں سے ان کو دیکھتے ہوئے ان کے کندھے پر اپنے بازو پھیلا دیے تو وہ طمانیت سے مسکرا دیں۔

''اب کیا انتظار ہے بڑی بھابی! ......''صالحہ پھوپو نے بڑی اماں سے پوچھا۔ وہ ابھی کچھ ہی دیر پہلے پہنچی تھیں۔

''ارے ......مرنا ہے کیا مجھے ......شہر بانو کے بغیر کیسے رسم شروع کر دوں ......بلاؤ اسے ......سات سہاگنیں ابٹن لگاتی ہیں اور شہر بانو ہے کہاں ......سب سے پہلے وہی ابٹن لگائے گی۔ آخر بڑی بھابی ہے۔''بڑی اماں نے حسب عادت کافی تفصیل سے جواب دیا لیکن ان کے الفاظ پر مزدک کا دل عجیب سے انداز میں دھڑکا۔ اس کی نظر بے ساختہ کسی کی تلاش میں بھٹکی۔ ہر طرف شور اور ہنگامہ تھا۔ ہر کوئی ہنستا مسکراتا مگن تھا لیکن جانے کیوں مزدک کو اس ہلچل میں بھی کچھ خالی پن محسوس ہو رہا تھا۔

''کیا ہوا مزدک! ......کچھ ٹینشن ہے ......''روحمہ نے دور سے ہی اس کے چہرے پر پھیلی کشاکش کا اندازہ لگا لیا۔

"نہیں ......وہ میں یہ دیکھ رہا تھا کہ ......" اور اس کا فقرہ بیچ میں ہی رہ گیا کیونکہ نظر نے سارا دھیان سامنے سے آتی شہر بانو پر مرکوز کر دیا۔ ہاتھوں میں ڈھیر سارے پیلے پھولوں کے ہار اور زیور لیے وہ انتہائی بے فکری سے ہنستی چلی آ رہی تھی۔ اس کے سانولے چہرے پر پیلے پھولوں کا عکس بڑا حسین رنگ پھیلا رہا تھا۔ مزدک کا دل عجیب کیفیت سے دوچار تھا۔ ایک نرم گرم سا احساس تھا جو رگ و پے میں دھیرے دھیرے سرایت کرتا جا رہا تھا۔ اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ وہ شہر بانو کو یوں ایک ٹک دیکھے ہی جائے لیکن اس لمحے نظر نے جیسے اس پر سے ہٹنے سے انکار ہی کر دیا تھا۔

"لیں آ گئی ہیں ......اف ......یہ اب آئے پھولوں کے زیور ......وہ بھی مجھے نہ یاد آتا تو ......خیر ......بڑی اماں! ......رسم شروع کریں ......" رانیہ کے بازو میں گجرے ڈالتے ہوئے وہ بولی۔

"تم کو ہی کرنا ہے بھئی شروع ......آؤ مزدک میاں! ......تم بڑے بھائی ہو ......اپنا فرض ادا کرو ......" بڑی اماں یک دم اس سے مخاطب ہوئیں تو مزدک سٹپٹا سا گیا۔

"مجھے کیا کرنا ہے ......ان رسموں کا مجھے کیا پتا ......ابھی تو سات سہاگنوں کی بات ہو رہی تھی ......اور میں ......"

"چلے جاؤ مزدک ......کیوں نخرے کرتے ہو ......اسی بہانے شہر بانو کو کافی قریب سے دیکھنے کا موقع بھی مل جائے گا ......" رومہ کی شرارتی آواز پر وہ حیران سا مڑا۔ یقیناً وہ چند لمحے پہلے کی اس کی ساری بے خودی بھانپ چکی تھی۔ تبھی تو اس کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"تم کو کچھ نہیں کرنا ......بس آ کر شہر بانو کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ ......" صالحہ پھوپو نے بھی اسے پکارا تو وہ رومہ کی شرارتی نظروں سے نگاہ چراتا تیزی سے اسٹیج کی طرف بڑھا اور رانیہ کے برابر میں بیٹھ گیا۔ یوں وہ رانیہ کو پھولوں کے زیور پہناتی شہر بانو کو کافی قریب سے دیکھ سکتا تھا جس کے چہرے پر اس وقت مسکراہٹ کا شائبہ

تک نہ تھا اور ایسا مزدک کی وجہ سے ہی تھا۔ مزدک نے ایک اچٹتی سی نظر اس کے سپاٹ چہرے پر ڈالی اور پھر بے ساختہ اس کی نگاہ اس کے لمبے بالوں کی چٹیا پر ٹھہر گئی جو جھک کر کھڑے ہونے کی وجہ سے آگے آ گئی تھی۔ وہ رانیہ کو گجرے پہنا رہی تھی اور اس کے اپنے بال ویران تھے۔

”تم بھی اپنی چٹیا میں گجرا لگاؤ ناں...... اچھا لگے گا......“ رانیہ کے بالوں میں گجرا لگا کر وہ سیدھی ہوئی تو جانے کس جذبے کے تحت مزدک کے ہونٹوں سے بے ساختہ یہ فقرہ ادا ہوا تھا۔ اس کے یوں براہ راست مخاطب ہونے پر شہر بانو کی آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں اور سارے وجود پر لرزش سی طاری ہو گئی تھی۔ بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے ابٹن کے تھال کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن مزدک تو تھا ہی سدا کا بے لگام۔ شہر بانو کا نظر انداز کرنا اسے ضد دلا گیا۔

”بڑی اماں...... یہ کیسی سہاگن ہے...... نہ ہاتھوں میں چوڑیاں...... نہ بالوں میں گجرے...... پہلے آپ اپنی سہاگن کا سنگھار تو پورا کریں۔“ اس نے براہ راست بڑی اماں سے رابطہ کیا۔ شہر بانو کا دل تو جیسے دھڑکنا ہی بھول گیا تھا۔ اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا مزدک کرمانی کا یہ کون سا نیا ڈھونگ تھا۔ ان دونوں کے درمیان بیٹھی رانیہ مسکرائے جا رہی تھی پتا نہیں کیوں اسے لگ رہا تھا مزدک کو واپس بلانے کی ضد کرنا رائیگاں نہیں گیا۔

”بیٹا!...... سہاگن بھی تیری ہے اور سنگھار بھی تجھ سے ہی پورا ہوتا ہے۔ یہ گجرا اور کنگن لے اور پہنا دے اسے......“ بڑی اماں کے لہجے سے بے پناہ خوشی عیاں تھی۔ مزدک نے وہاں موجود سب لوگوں کے چہرے تابناک ہوتے دیکھے۔ سوائے اس کے جس نے انجانے میں اس کے دل کی لے ہی بدل ڈالی تھی۔

”خالہ!......“ وہ شکوہ کناں نظروں سے فاطمہ بیگم کی طرف متوجہ ہوئی لیکن ان کے چہرے پر پھیلی مسکان اسے اپنی شکست کا احساس دلا گئی۔ ایک بار پہلے بھی اس نے یوں ہی بھری برادری میں ذلت اٹھائی تھی لیکن اب ایسا کوئی منظر وہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی چنانچہ اس لمحے خاموش رہنے میں ہی عافیت تھی۔

”میں پہنادوں ......؟“ بڑی اماں سے گجرے پکڑتے ہوئے وہ کچھ کشمکش کا شکار ہوا۔

”ہاں ......مزدک! ...... یہ حق صرف تمہارا ہے ......“ روحمہ نے نعرہ لگایا تو ساری ینگ پارٹی اس کا ساتھ دینے لگی۔ سب کی توجہ اس وقت رانیہ کی بجائے شہر بانو پر تھی جو ابٹن کا تھال ہاتھ میں تھامے لرز رہی تھی۔ سب کے جوش دلانے پر مزدک اس کے قریب آ گیا۔

”ایکسکیوزمی ...... مسز مزدک کرمانی ...... میں آپ کے بالوں میں گجرا لگانا چاہتا ہوں ......“ اس نے شرارت سے اس کے قریب جھکتے ہوئے کہا۔ شہر بانو تو اس لمحے جیسے ختم ہو گئی تھی، ہونٹوں کو سختی سے بھینچتے ہوئے اس نے اپنی سسکی کو روکا۔ مزدک کے ہاتھوں نے بڑی نرمی سے اس کی لمبی چٹیا کو چھوا اور اس لمس نے جیسے سارے زخم تازہ کر دیے۔ شہر بانو کو لگا وہ اسے ایک بار پھر سیڑھیوں پر گھسیٹتا ہوا سب کے سامنے لے آیا تھا۔ اس کی روح پر پڑتی ضربوں سے بے خبر کہہ رہا تھا۔

”او ......ف ...... اتنی بدصورت لڑکی ...... آپ اس کی شکل تو دیکھیں کیسا گنوارپن ٹپک رہا ہے ......“ شہر بانو نے جلتی آنکھوں سے مسکراتی نظروں سے دیکھتے اپنے اردگرد کھڑے سب لوگوں کو دیکھا۔ وہ سب خوش تھے شاید مزدک کا یہ نیا روپ ان سب کے لیے بہت خوبصورت تھا، اس لیے وہ پرانی ساری باتیں بھلائے مزدک کرمانی کو اس کے بازوؤں میں کنگن پہناتے دیکھ رہے تھے اور اس کا روم روم انگاروں کی زد میں تھا۔ وہ مر کر بھی اس شخص کے ظلم نہیں بھلا سکتی تھی اور اب شاید وہ وقت آ گیا تھا کہ وہ اپنے وجود کی بقا کے لیے اس خود پسند شخص کی چالیں سب کے سامنے کھول کر رکھ دیتی۔ وہ مضبوطی سے خود کو بچانا چاہتی تھی لیکن آنکھ سے نکلنے والے آنسو آج بھی اس کے بس میں نہیں تھے۔

❁ ...... ❖ ...... ❁

”مما! ......اس نے میرا فون بند کر دیا ہے ......اور اب تک مجھ سے رابطہ نہیں کیا ......اسے تو ایک منٹ کے لیے بھی مجھ سے ناراض ہونا نہیں آتا تھا ......لیکن آج جو بھی

ہو رہا ہے..... یہ آپ کی وجہ سے ہے آپ نے اسے اس کے گھر کے قصے سنا سنا کر مجبور کر دیا کہ وہ پاکستان چلا جائے اور اب.....''

''اور اب تم پر اس کی حقیقت کھل جائے گی.....'' ایقہ اعظم نے چہرے کا مساج کرتے ہوئے انتہائی سرسری انداز میں اس کا فقرہ کاٹا تھا لیکن ان کا سرسری فقرہ سنیعہ کا دل کاٹ کر رکھ گیا تھا۔

''ہاں..... سونی! ..... میں ٹھیک کہہ رہی ہوں..... تم یوں سمجھو یہ اس کا امتحان ہے..... وہ اپنی حیثیت منوانے گیا ہے ناں..... اگر وہ لوٹ کر آیا..... تبھی اس کی محبت اور دعوے ثابت ہوں گے..... ورنہ تم سمجھنا وہ کبھی تمہارا تھا ہی نہیں ..... ہم پاکستان میں نہیں رہتے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمہیں میں اس کی فیملی کی پسند کے بغیر ہی اس کے حوالے کر دوں۔ وہ شادی شدہ ہے بیٹا! ..... اور جب تک وہ ان سے جڑا ہے..... مکمل طور پر تمہارا نہیں ہو سکتا۔ وہ ہمیشہ اپنے ماضی کے ساتھ جڑا رہے گا۔ یوں اسے بھی فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی کہ وہ کیا چاہتا ہے..... اور اسے کیا کرنا چاہیے.....'' ایقہ اعظم نے آج صاف الفاظ میں اس پر اپنا نظریہ واضح کر دیا لیکن ان کے الفاظ سنیعہ کی آنکھوں میں آنسو لے آئے۔

''مما..... مزدک جھوٹا نہیں ہے..... وہ دل سے مجھے اپنانا چاہتا ہے۔''

''میں بھی اسے جھوٹا نہیں کہہ رہی..... شادی کا فیصلہ دل سے نہیں۔ دماغ سے کرنا بہتر ہوتا ہے ڈارلنگ! ..... ورنہ تمہارا انجام بھی میری ہی طرح ہوتا۔ میں اور تمہارے ڈیڈی ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے ایک ساتھ نہیں ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ جب ہم نے دل سے ایک دوسرے کا ساتھ تو پا لیا تھا لیکن نہ وہ اپنی سوچ بدل پائے..... نہ میں..... ایشین مرد ذہنی طور پر ہمیشہ اپنے خاندان سے جڑا رہتا ہے اور میں اعظم کو سب سے الگ کر لائی تھی..... لیکن اعظم اپنی فیملی کبھی نہیں بھول

پاپا...... اور تم بھلا کیسے سوچ سکتی ہو کہ مزدک صرف تمہارا ہو سکتا ہے...... جب کہ اس کے گھر میں پہلے سے ایک بیوی بھی ہے......''

''پلیز...... مما!...... آپ جانتی ہیں...... وہ زبردستی کی شادی تھی۔''

''ہاں...... لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اس شادی کے نتیجے میں جو لڑکی اس کا نصیب بنی تھی...... وہ اس کی فیملی کے لیے کتنی اہم ہے...... اور اس کے رہتے تم کبھی اپنی جگہ نہیں بنا سکتیں۔ مزدک تو کبھی اس سے ملا ہی نہیں تھا پھر وہ کیسے اس سے قطع تعلق کر سکتا ہے...... اگر شادی کے بعد مزدک اس سے ملتا تو سوچو تمہارا کیا بنتا......؟ بہتر ہے وہ ابھی اس سے مل کر تمام فیصلے کر لے......''

''اوکے...... تو آپ کو بھروسہ ہے مزدک کو اس سے محبت ہو جائے گی اور وہ واپس نہیں آئے گا......؟''

''میں نے ایسا کب کہا...... بہتر ہے تم سب فیصلے وقت پر چھوڑ دو اور خود کو اتنا انوالو نہ کرو کہ تمہیں بعد میں مشکل ہو......'' انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے محبت سے کہا اور واش روم کی طرف بڑھ گئیں لیکن ان کے کہنے پر بھی وہ خود کو سمجھا نہیں پائی۔ آنسو ٹپ ٹپ بہنے لگے۔ وہ ہمیشہ سے ایسی ہی تھی ذرا ذرا سی بات پر پریشان ہونے والی اور مزدک کا رویہ تو ایک بہت بڑا صدمہ تھا اس کے لیے۔ وہ کئی سالوں سے ایک ساتھ تھے اور ان دونوں کے درمیان بے حد دوستی بھی تھی لیکن پچھلے کچھ عرصے سے اس دوستی نے محبت کا رنگ اختیار کر لیا تھا۔ مزدک نے کبھی واضح الفاظ میں نہیں کہا تھا لیکن اس کے ہر ہر انداز سے چھلکتی محبت سدیعہ سے چھپی نہیں رہی تھی۔ مزدک ہمیشہ سے ہی الگ تھلگ رہنے کا عادی تھا اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس کی زندگی میں کسی دوسری لڑکی کا کوئی وجود نہیں تھا لیکن جب سے دیقہ اعظم پاکستان سے آئی تھیں انہوں نے اس قدر شہر بانو اور اس کے رویوں کی گردان کی کہ مزدک کو ضد ہونے لگی۔ وہ اس لڑکی سے سب کچھ چھین کر اپنا مقام حاصل کرنے کا سوچنے

لگا۔ سنیعہ نے اس کی سوچ بدلنے کی بہت کوشش کی لیکن مزدک کو اس کی ہٹ دھرمی سے روکنا ناممکن تھا اور پھر وہ چلا گیا۔ جانے سے پہلے وہ سنیعہ کے پاس آیا اور انتہائی سادہ لہجے میں گویا ہوا۔

''میں بہت جلد آ جاؤں گا...... اور تم تیاری کر کے رکھنا...... اگلی بار تم کو بھی میرے ساتھ ہمارے گھر چلنا ہے...... ہمیشہ کے لیے......'' اس خود پسند شخص کے یہ سادہ سے الفاظ سنیعہ کی زندگی کا اثاثہ بن گئے۔

''تو مما نے باقاعدہ پلاننگ سے مزدک کو پاکستان بھیجا ہے...... اور اگر وہ واپس نہ آیا تو...... نہیں...... ایسا نہیں ہو سکتا...... مزدک یہ بندھن نہیں توڑ سکتا...... وہ بزی ہو گا اسی لیے مجھ سے بات نہیں کر پایا ہو گا......'' اس نے آنسو پونچھتے ہوئے خود کو بہلایا اور اپنی محبت کی بے بسی میں وہ بھول ہی گئی کہ اس سے مضبوط بندھن وہ برسوں پہلے کسی اور سے جوڑ چکا تھا۔ پتا نہیں اس کی تقدیر میں کون سا بندھن نبھانا لکھا تھا۔ یہ تو کوئی نہیں جانتا تھا۔



''کیا میں پاگل ہو گیا تھا...... شہر بانو کے لیے کوئی بھی فیلنگز بھلا کیسے آ سکتی ہے میرے دل میں......'' سنیعہ سے سوری کر کے اس نے فون بند کرتے ہوئے ایک بار پھر اس معاملے کو کریدا لیکن دل تو جیسے دنیا دیے پر تلا ہوا تھا۔ رات بھر ایک ہنگامہ اٹھائے رہا اور اب یوں ساکت تھا جیسے جانتا ہی نہ ہو کہ اس نے کوئی غلطی کی ہے۔ یہ دل کی باتیں بھی نرالی ہوتی ہیں۔

''اوہو...... یہ صرف ایک لمحاتی اٹریکشن تھی...... اب میں کوئی دل پھینک ٹائپ کا بندہ تو ہوں نہیں کہ یوں ہر کسی سے محبت جھاڑتا پھروں۔

محبت تو میں سدیمہ سے کرتا ہوں اور وہ بھی تو مجھے اتنا پیار کرتی ہے۔ میری ہر بات بنا کہے جان لیتی ہے......اور وہ گنوار شہر بانو......وہ تو کسی زمرے میں آتی ہی نہیں......لیکن جو بھی رات کو ہوا......ٹھیک ہی رہا......اب سب کا خیال ہے کہ میں بدل چکا ہوں......اور اس وقت یہی بہتر ہے......اسی بات کا فائدہ اٹھانا ہے مجھے......چلو مزدک کرمانی ایک روشن دن تمہارا منتظر ہے......اٹھو اور سب اپنوں سے ایک قدم اور قریب ہو جاؤ......

سدیمہ! اب وہ وقت دور نہیں جب تم میرے ساتھ ہوگی......اور ہماری زندگی میں کسی شہر بانو کا کوئی گزر نہ ہوگا......'' کھڑکی کھولتے ہوئے اس نے ایک گہری سانس لے کر مضبوط ارادوں کے ساتھ نئے دن کو خوش آمدید کہا۔

''خالہ!......میں لان میں ہی ناشتہ لگوا رہی ہوں......'' شہر بانو نے چلا کر فاطمہ بیگم کو بتایا لیکن انہوں نے کوئی جواب دیا ہو یا نہیں مزدک کی ساری توجہ اس پر مبذول ہوگئی۔ لائٹ گرین شلوار سوٹ میں وہ بغیر کسی سوئیٹر کے اندر سے باہر متحرک تھی۔ معمول کی نسبت اس کا سانولا چہرہ اس لمحے کافی تھکا ہوا اور پژمردہ لگ رہا تھا لیکن اس کی زبان فراٹے سے چل رہی تھی۔

''ساری چیزیں ٹھیک سے رکھو......آمنہ! بھاگ کر پراٹھے تو لے آؤ کچن سے......بس ناشتہ تیار ہے سب کو بلا لو......اب کون سا بہت سردی ہے جو کمروں میں چھپ کر بیٹھیں۔ کتنی فریش ہوا ہے......''

''فریش......مر رہے ہیں ہم سب سردی سے......اور آپ کو نئے نئے آئیڈیاز سوجھ رہے ہیں......'' سنی دو تین سوئیٹر چڑھائے گرم شال اوڑھے ایک کونے میں لگا بیٹھا تھا۔ اسے ویسے بھی سردی زیادہ لگتی تھی۔ اس پر شہر بانو نے لان میں ناشتہ کروانے کا فیصلہ سنا کر اسے اچھا خاصا تپا دیا تھا۔

''ارے......لاجواب ہیں آپ اور آپ کی آمنہ......''

''دیکھو......سنی! ......مجھ سے جھگڑے کی کوشش نہ کرنا۔ بھابی تک ہی رہو......تو تمہارے لیے بہتر ہے......'' آمنہ نے فوری طور پر اسے دھمکایا تو سنی بھی سیدھا ہو گیا۔ لڑنے کے معاملے میں وہ کسی کو نہیں چھوڑتا تھا اور آمنہ کو تو وہ چھوڑنا چاہتا بھی نہیں تھا۔

''ہاں......تم تو چاہتی ہو......میرے اور بھابی کے تعلقات بگڑ جائیں اور ہمارے گھر کا سکون غارت ہو جائے......'' سنی لڑاکا انداز میں بولا۔

''لو......بھلا......میں کیوں ایسا چاہوں گی......بھابی! اسے سمجھا لیں آپ......'' آمنہ نے شہر بانو کو بھی گھسیٹنا چاہا لیکن اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ آمنہ کو چڑا گئی۔

''بھابی! ......کبھی تو آپ سنی کی بجائے کسی اور کا ساتھ دیا کریں۔''

''اوہ۔ بھابی کیا کسی کا ساتھ دیں گی......میں تو خود کمزور پارٹی بن گیا ہوں......کتنی سمجھایا بھابی نے......لیکن میں بھی اپنی ضد سے باز نہیں آیا......صاف کہہ دیا......شادی کروں گا تو صرف آمنہ سے......'' سنی اپنی ترنگ میں روانی سے کہہ گیا لیکن آمنہ کے چہرے کا رنگ ہی اڑ گیا۔ وہ ہکا بکا سنی کو دیکھنے لگی۔

''او......میری ہونے والی دیورانی جی! ......ایسے موقعوں پر ہمیشہ شرمایا جاتا ہے......'' شہر بانو نے قہقہہ لگاتے ہوئے اسے ساتھ لگایا تو وہ ہوش میں آ گئی۔ سنی شال میں منہ دیے یوں بیٹھا تھا جیسے اس نے چند لمحے قبل کچھ کہا ہی نہ ہو۔

''بھابی! ......آپ......میں، ممانی سے شکایت کروں گی......'' آمنہ بری طرح بدحواس ہو چکی تھی اس پر شہر بانو کی ہنسی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا وہ پاؤں پٹختی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

''اب بس کرو نیک شہزادہ سنی!.....ظالم جادوگرنی چلی گئی ہے۔'' شہر بانو کی ہنسی کنٹرول میں ہی نہیں آرہی تھی۔ پتا نہیں تازہ ہوا کا کمال تھا یا دل سے ابھرتی اس ہنسی کا کہ اس کے سانولے چہرے پہ ایک بڑی دلکش سی چمک پیدا ہوگئی تھی کہ مزدک کرمانی چاہتے ہوئے بھی اس منظر سے نگاہ نہ ہٹا پایا۔

''ظالم جادوگرنی تو آپ لگتی ہیں مجھے.....اتنی سردی ہے یار!.....'' سنی اس کی شال کھینچنے پر چیخا تو شہر بانو کی ہنسی میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔

''اب بنو مت.....تب تو کیسے ہیرو بن رہے تھے اور اب یوں.....'' اپنے مخصوص انداز میں چٹر چٹر بولتے ہوئے اسے اچانک اپنے چہرے پر کچھ گرم سا احساس ہوا یوں جیسے کوئی بڑے انہماک سے اسے دیکھ رہا ہو۔ اس نے الجھ کر سامنے دیکھا۔ کھڑکی سے جھانکتے مزدک کرمانی نے اس کی جان ہی نکال دی۔ مزدک کرمانی کی نظروں کی وہ متحمل نہیں ہوسکتی تھی۔ اس نے چوری نگاہ سنی پر ڈالی جو اس پڑھتے لمحے سے بے نیاز اب بھی شال میں چہرہ چھپائے بیٹھا تھا۔ وہ تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی ایک دم بند ہوتی زبان اور بدلتے تاثرات کو مزدک نے پوری شدت سے محسوس کیا اور اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ اس نے جھٹکے سے کھڑکی بند کردی۔ رگ و پے میں عجیب سی ناگواریت سرایت کرگئی تھی۔

''ہوں.....ہر وقت سب کے ساتھ باتیں بناتی رہتی ہے.....اور مجھے دیکھتے ہی یوں سنجیدہ ہوجاتی ہے.....جیسے بولنا جانتی ہی نہ ہو۔ سچ کہا سنی نے اسے.....ہے ہی جادوگرنی!.....سب کو اپنے بس میں کر رکھا ہے.....لیکن میں بھی اسے اتنا چکراؤں گا کہ سارے منتر بھول جائے گی۔'' شہر بانو کے رویے نے اس کے اندر کے ہٹ دھرم انسان کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ آج بھی شہر بانو سے جواباً ناگواری کی توقع نہیں کرتا تھا۔

''یہ لڑکی میرے گھر میں.....میرے ہی نام کی زندگی جی رہی ہے اور مجھے دیکھ کر منہ پھیرنے کی اس کی حیثیت ہے بھلا.....خود کو کیا حور سمجھتی ہے.....جسے میں چھپ کر

لگا۔ ستیعہ نے اس کی سوچ بدلنے کی بہت کوشش کی لیکن مزدک کو اس کی ہٹ دھرمی سے روکنا ناممکن تھا اور پھر وہ چلا گیا۔ جانے سے پہلے وہ ستیعہ کے پاس آیا اور انتہائی سادہ لہجے میں گویا ہوا۔

''میں بہت جلد آ جاؤں گا...... اور تم تیاری کر کے رکھنا...... اگلی بار تم کو بھی میرے ساتھ ہمارے گھر چلنا ہے...... ہمیشہ کے لیے......'' اس خود پسند شخص کے یہ سادہ سے الفاظ ستیعہ کی زندگی کا اثاثہ بن گئے۔

''تو مما نے باقاعدہ پلاننگ سے مزدک کو پاکستان بھیجا ہے...... اور اگر وہ واپس نہ آیا تو...... نہیں...... ایسا نہیں ہو سکتا...... مزدک یہ بندھن نہیں توڑ سکتا...... وہ بزی ہو گا اسی لیے مجھ سے بات نہیں کر پایا ہو گا......'' اس نے آنسو پونچھتے ہوئے خود کو بہلایا اور اپنی محبت کی بے بسی میں وہ بھول ہی گئی کہ اس سے مضبوط بندھن وہ برسوں پہلے کسی اور سے جوڑ چکا تھا۔ پتا نہیں اس کی تقدیر میں کون سا بندھن نبھانا لکھا تھا۔ یہ تو کوئی نہیں جانتا تھا۔



''کیا میں پاگل ہو گیا تھا...... شہر بانو کے لیے کوئی بھی فیلنگز بھلا کیسے آ سکتی ہے میرے دل میں......'' ستیعہ سے سوری کر کے اس نے فون بند کرتے ہوئے ایک بار پھر اس معاملے کو کریدا لیکن دل تو جیسے دنا دیے پڑا ہوا تھا۔ رات بھر ایک ہنگامہ اٹھائے رہا اور اب یوں ساکت تھا جیسے جانتا ہی نہ ہو کہ اس نے کوئی غلطی کی ہے۔ یہ دل کی باتیں بھی نرالی ہوتی ہیں۔

''اوہو...... یہ صرف ایک لمحاتی اٹریکشن تھی...... اب میں کوئی دل پھینک ٹائپ کا بندہ تو ہوں نہیں کہ یوں ہر کسی سے محبت جھاڑتا پھروں۔

محبت تو میں سلیمہ سے کرتا ہوں اور وہ بھی تو مجھے اتنا پیار کرتی ہے۔میری ہر بات بنا کہے جان لیتی ہے......اور وہ گنوار شہربانو......وہ تو کسی زمرے میں آتی ہی نہیں......لیکن جو بھی رات کو ہوا......ٹھیک ہی رہا......اب سب کا خیال ہے کہ میں بدل چکا ہوں......اور اس وقت یہی بہتر ہے......اسی بات کا فائدہ اٹھانا ہے مجھے......چلو مزدک کرمانی ایک روشن دن تمہارا منتظر ہے......اٹھو اور سب اپنوں سے ایک قدم اور قریب ہو جاؤ......

سلیمہ! اب وہ وقت دور نہیں جب تم میرے ساتھ ہوگی......اور ہماری زندگی میں کسی شہربانو کا کوئی گزر نہ ہوگا......" کھڑکی کھولتے ہوئے اس نے ایک گہری سانس لے کر مضبوط ارادوں کے ساتھ نئے دن کو خوش آمدید کہا۔

"خالہ!......میں لان میں ہی ناشتہ لگوا رہی ہوں......" شہربانو نے چلا کر فاطمہ بیگم کو بتایا لیکن انہوں نے کوئی جواب دیا ہو یا نہیں مزدک کی ساری توجہ اس پر مبذول ہوگئی۔لائٹ گرین شلوار سوٹ میں وہ بغیر کسی سوئیٹر کے اندر سے باہر متحرک تھی۔معمول کی نسبت اس کا سانولا چہرہ اس لمحے کافی تھکا ہوا اور پژمردہ لگ رہا تھا لیکن اس کی زبان فراٹے سے چل رہی تھی۔

"ساری چیزیں ٹھیک سے رکھو......آمنہ! بھاگ کر پلیٹیں تو لے آؤ کچن سے......بس ناشتہ تیار ہے سب کو بلا لو......اب کون سا بہت سردی ہے جو کمروں میں چھپ کر بیٹھیں۔کتنی فریش ہوا ہے......"

"فریش......مر رہے ہیں ہم سب سردی سے......اور آپ کو نئے نئے آئیڈیاز سوجھ رہے ہیں......" سنی دو تین سوئیٹر چڑھائے گرم شال اوڑھے ایک کونے میں لگا بیٹھا تھا۔اسے ویسے بھی سردی زیادہ لگتی تھی۔اس پر شہربانو نے لان میں ناشتہ کروانے کا فیصلہ سنا کر اسے اچھا خاصا تپا دیا تھا۔

”ارے ..... لاجواب ہیں آپ اور آپ کی آمنہ.....“

”دیکھو..... سنی! ..... مجھ سے جھگڑے کی کوشش نہ کرنا۔ بھابی تک ہی رہو..... تو تمہارے لیے بہتر ہے.....“ آمنہ نے فوری طور پر اسے دھمکایا تو سنی بھی سیدھا ہو گیا۔ لڑنے کے معاملے میں وہ کسی کو نہیں چھوڑتا تھا اور آمنہ کو تو وہ چھوڑنا چاہتا بھی نہیں تھا۔

”ہاں ..... تم تو چاہتی ہو..... میرے اور بھابی کے تعلقات بگڑ جائیں اور ہمارے گھر کا سکون غارت ہو جائے .....“ سنی لڑاکا انداز میں بولا۔

”لو..... بھلا..... میں کیوں ایسا چاہوں گی ..... بھابی! اسے سمجھا لیں آپ .....“ آمنہ نے شہر بانو کو بھی گھسیٹنا چاہا لیکن اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ آمنہ کو چڑا گئی۔

”بھابی! ..... کبھی تو آپ سنی کی بجائے کسی اور کا ساتھ دیا کریں۔“

”اوہ۔ بھابی کیا کسی کا ساتھ دیں گی ..... میں تو خود کمزور پارٹی بن گیا ہوں ..... کتنی سمجھایا بھابی نے ..... لیکن میں بھی اپنی ضد سے باز نہیں آیا ..... صاف کہہ دیا ..... شادی کروں گا تو صرف آمنہ سے .....“ سنی اپنی ترنگ میں روانی سے کہہ گیا لیکن آمنہ کے چہرے کا رنگ ہی اڑ گیا۔ وہ ہکا بکا سنی کو دیکھنے لگی۔

”او..... میری ہونے والی دیورانی جی! ..... ایسے موقعوں پر ہمیشہ شرمایا جاتا ہے .....“ شہر بانو نے قہقہہ لگاتے ہوئے اسے ساتھ لگایا تو وہ ہوش میں آ گئی۔ سنی شال میں منہ دیے یوں بیٹھا تھا جیسے اس نے چند لمحے قبل کچھ کہا ہی نہ ہو۔

”بھابی! ..... آپ ..... میں، ممانی سے شکایت کروں گی .....“ آمنہ بری طرح بدحواس ہو چکی تھی اس پر شہر بانو کی ہنسی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا وہ پاؤں پٹختی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

''اب بس کرو نیک شہزادہ سنی!.....ظالم جادوگرنی چلی گئی ہے۔'' شہر بانو کی ہنسی کنٹرول میں ہی نہیں آرہی تھی۔ پتا نہیں تازہ ہوا کا کمال تھا یا دل سے ابھرتی اس ہنسی کا کہ اس کے سانولے چہرے پہ ایک بڑی دلکش سی چمک پیدا ہوگئی تھی کہ مزدک کرمانی چاہتے ہوئے بھی اس منظر سے نگاہ نہ ہٹا پایا۔

''ظالم جادوگرنی تو آپ لگتی ہیں مجھے.....اتنی سردی ہے یار!.....'' سنی اس کی شال کھینچنے پر چیخا تو شہر بانو کی ہنسی میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔

''اب بنو مت.....تب تو کیسے ہیرو بن رہے تھے اور اب یوں.....'' اپنے مخصوص انداز میں چٹر پٹر بولتے ہوئے اسے اچانک اپنے چہرے پر کچھ گرم سا احساس ہوا یوں جیسے کوئی بڑے انہماک سے اسے دیکھ رہا ہو۔ اس نے الجھ کر سامنے دیکھا۔ کھڑکی سے جھانکتے مزدک کرمانی نے اس کی جان ہی نکال دی۔ مزدک کرمانی کی نظروں کی وہ متحمل نہیں ہوسکتی تھی۔ اس نے چوری نگاہ سنی پر ڈالی جو اس پر بیتتے لمحے سے بے نیاز اب بھی شال میں چہرہ چھپائے بیٹھا تھا۔ وہ تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی ایک دم بند ہوتی زبان اور بدلتے تاثرات کو مزدک نے پوری شدت سے محسوس کیا اور اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ اس نے جھٹکے سے کھڑکی بند کردی۔ رگ و پے میں عجیب سی ناگواریت سرایت کرگئی تھی۔

''ہوں.....ہر وقت سب کے ساتھ باتیں بناتی رہتی ہے.....اور مجھے دیکھتے ہی یوں سنجیدہ ہوجاتی ہے.....جیسے بولنا جانتی ہی نہ ہو۔ سچ کہا سنی نے اسے.....بے ہی جادوگرنی!.....سب کو اپنے بس میں کر رکھا ہے.....لیکن میں بھی اسے اتنا چکراؤں گا کہ سارے منتر بھول جائے گی۔'' شہر بانو کے رویے نے اس کے اندر کے ہٹ دھرم انسان کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ آج بھی شہر بانو سے جواباً ناگواری کی توقع نہیں کرتا تھا۔

''یہ لڑکی میرے گھر میں.....میرے ہی نام کی زندگی جی رہی ہے اور مجھے دیکھ کر منہ پھیرنے کی اس کی حیثیت ہے بھلا.....خود کو کیا حور سمجھتی ہے.....جسے میں چھپ کر

دیکھوں گا..... ہوں.....جاہل.....گنوار.....جادوگرنی.....''شہر بانو کے لیے القابات میں ایک نیا اضافہ کرتے ہوئے وہ بری طرح تپ چکا تھا۔

''دوبار فون آچکا ہے..... کتنی دیر میں نکل رہے ہیں ہم لوگ.....؟''سنی نے فاطمہ بیگم کو متوجہ کیا۔آج وہ لوگ رمیز کو مہندی لگانے جارہے تھے۔

''بس نکلتے ہیں بیٹا!..... یہ لڑکیاں تیاری مکمل کرلیں تو.....

ثناء اب بس بھی کرو رات ہو گی تو نکلیں گے کیا ہم۔راستے کا پتا ہے ناں تم لوگوں کو آج کل کتنی چوریاں ہو رہی ہیں۔''فاطمہ بیگم نے ایک بار پھر ان لوگوں کو پکارا۔پچھلے ایک گھنٹے سے وہ سب ''آرہی ہیں۔'' کے نعرے لگا رہی تھیں لیکن ابھی تک کوئی ایک لڑکی بھی برآمد نہیں ہوئی تھی۔

''واہ..... اماں!..... ان لوگوں کی تیاری کا انتظار کیا تو پھر کل ہی نکلیں گے۔''سنی جھنجلاتا ہوا واپس مڑا۔

''اللہ نہ کرے سنی!..... کبھی تو اچھی بات منہ سے نکالا کرو۔

بس خالہ!..... سب تیار ہیں..... سب چیزیں تو آپ نے گاڑیوں میں رکھوادی ہیں ناں۔''حسب توقع شہر بانو ہی سب سے پہلے آئی اور آتے ہی اسے انتظامات کی فکر لگ گئی۔

''ہاں..... سب ہو گیا ہے۔ماشاءاللہ میری بچی کتنی پیاری لگ رہی ہے۔چلو شہر بانو تم لوگ نکلو۔گاؤں سے دوبار فون آچکا ہے۔ہم لوگ بھی بس پہنچتے ہیں۔''فاطمہ بیگم نے اسے پیار کرتے ہوئے اطلاع دی۔

''پہلے کون کون جارہا ہے خالہ!..... اپنے کان کی بالی درست کرتے ہوئے اس نے پوچھا لیکن ان کا جواب سن کر وہ ٹھٹک سی گئی۔

''وہ اصل میں روحمہ پہنچ نہیں پائی تو اس نے فون کر کے کہا کہ اسے گھر سے ہی لیتے جائیں تو میں نے سوچا تم اور مزدک اسے لے کر آؤ......''

''پلیز......خالہ!......میں ان کے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گی۔'' وہ بری طرح سٹپٹا کر بولی۔اسے تو بھرے گھر میں اس خود پسند شخص سے وحشت ہوتی تھی اور اس کے ساتھ تنہا جانے کا تصور ہی اسے ہولا گیا۔

''مجھے پتا ہے شہر بانو!......'' فاطمہ بیگم نے اس کے قریب آتے ہوئے آہستگی سے بات کا آغاز کیا۔

''جب روحمہ کا فون آیا تھا تب کنیز آپا اور شائستہ میرے ساتھ بیٹھی تھیں......اور بیٹا......تم تو ان عورتوں کی فطرت جانتی ہو ناں......کسی بھی بات کا بتنگڑ بنا دیتی ہیں میری خاطر چلی جاؤ۔بس روحمہ کے گھر تک کی ہی تو بات ہے......پھر تو وہ بھی تمہارے ساتھ ہوگی ناں......جا میری اچھی بٹی......چلی جا......'' انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پچھاتی لجاجت سے کہا کہ وہ چپ ہوگئی۔

''اچھا......میں اپنی چادر لے لوں......'' وہ منہ بسورتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تو فاطمہ بیگم کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔آخر روحمہ کی بتائی ہوئی ترکیب کام کر گئی۔جتنی دیر تک وہ چادر لے کر باہر آئی انہوں نے مزدک کو گاڑی تک پہنچا دیا۔اصل میں وہ بھی روحمہ اور فاطمہ بیگم کی سازش سے ناواقف تھا ورنہ شہر بانو کے ساتھ تنہا ڈیڑھ دو گھنٹے کا سفر کرنا اسے بھی گوارا نہ ہوتا۔

''آخر مسئلہ کیا ہے اماں!......یہ روحی بھی نئی نئی مصیبت کھڑی کرتی ہے......'' مزدک بری طرح جھنجلاتے ہوئے گاڑی میں بیٹھا۔

''اب ایسا بھی کیا ہو گیا ہے مزدک۔شہر بانو......ادھر آ جاؤ بیٹا......'' ان کے پکارنے پر وہ حیران سا مڑا۔سیاہ چادر میں پوری خود کو ڈھانپتے وہ چلی آ رہی تھی لیکن اس کے

وجود کی سج دھج یہ سیاہ چادر بھی چھپا نہیں پائی تھی۔ میرون اور گولڈن آرگنزا کے سوٹ پر نفاست سے کیا گیا میک اپ اسے معمول کی نسبت بہت خوبصورت بنا گیا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی مزدک کی نگاہ ایک لمحے کو اس پر ٹھہر گئی۔ سانولے چہرے پر جھنجلاہٹ اور پریشانی کا بڑا خوبصورت سا امتزاج نمایاں تھا۔

''جاؤ اب تم لوگ۔ مزدک گاڑی دھیان سے چلانا۔'' انہوں نے عجلت بھرے انداز میں شہر بانو کو بازو سے پکڑ کر فرنٹ سیٹ پر بٹھاتے ہوئے ضروری ہدایات دیں اور دروازہ بند کر دیا۔ شہر بانو کے حواس تو جیسے جواب دے گئے تھے۔ اسے نہ کچھ سنائی دے رہا تھا، نہ دکھائی۔ خود کو پوری طرح سمیٹ کر وہ دروازے سے چپکی بیٹھی تھی۔ گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور کن راستوں پر سفر کرنے لگی اسے بالکل ہوش نہ تھا۔ مزدک کرمانی کی اس درجہ قربت اسے سہا رہی تھی اگرچہ اس نے پہلے کی طرح کوئی چیخ پکار نہیں کی تھی لیکن شہر بانو تو اب تک اس کے وہ پہلے ستم ہی نہ بھول پائی تھی۔

''بہت شوق تھا تمہیں میرے ساتھ جانے کا.....'' نہ جانے کیوں مزدک کو اس کی مسلسل خاموشی سے جھنجلاہٹ ہونے لگی تھی پھر کسی طرح تو بات کا آغاز کرنا ہی تھا ناں۔ ورنہ شاید کبھی اس سے چھٹکارا نہ ملتا۔

''میں نے آپ سے کچھ کہا ہے محترمہ!..... کیا سمجھتی ہو تم اپنے آپ کو..... ویسے تو کسی وقت زبان بند نہیں ہوتی اور میرے سامنے یوں بن جاتی ہو جیسے کچھ بولنا جانتی ہی نہیں ہو۔ کان کھول کر سن لو میں تمہاری ان اداؤں سے متاثر ہونے والا نہیں ہوں۔'' وہ بولنے پر آیا تو ذرا بھی مروت نہ برت سکا لیکن اس کے آخری فقرے نے شہر بانو کو بھڑ کا ہی تو دیا۔ ایک ہی لمحہ لگا اسے تمام ڈر، خوف بھلانے میں۔ کچھ بھی برداشت کیا جا سکتا تھا لیکن طنز برداشت نہیں تھا اور نہ وہ اتنی کمزور تھی کہ اس شخص کے طنز سہتی اور پھر یہاں کون سننے والا تھا جو اسے زمانے کا خوف ستاتا۔

''کیا..... کیا..... کیا کہا آپ نے..... میں آپ کو اداؤں دکھاؤں گی وہ کس خوشی میں۔ میں آپ جیسی نہیں ہوں کہ دل میں کچھ ہو زبان پر کچھ اور۔ میں آپ کی کسی بات کا جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔''

''واہ..... کیا بات ہے..... ظاہر ہے آپ کی تو دلی خواہش جو پوری ہوگئی۔ ایک میں ہی تو تھا آپ کے سحر سے باہر اگر میں تنہا میسر ہو جاتا تو.....''

''ایکسکیوزمی..... مسٹر مزدک کرمانی! ..... مجھے آپ کے ساتھ آنے کا کوئی شوق نہیں..... میں تو کل ہی آپ کی خوش مزاجی میں چھپی گہری سازش کو سمجھ گئی تھی۔ آپ چاہتے ہیں سب آپ کو اچھا سمجھنے لگیں..... لیکن معاف کیجیے گا مجھے لگتا ہے خالہ ابھی بھی روحمہ میر کے معاملے میں آپ پر بھروسہ نہیں کر پائیں اسی لیے زبردست مجھے آپ کے ساتھ بھیجا..... گاڑی کے ٹائر زور سے چرچرائے تو دھیان نہ ہونے کی وجہ سے اس کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرایا۔

''کیا بکواس کی ہے تم نے..... سمجھتی کیا ہو تم خود کو۔'' ابھی وہ سر کی چوٹ سہلا نہ پائی تھی کہ اس کی پھنکارتی آواز سے دہل گئی۔

''کیوں..... سچ برداشت کرنا مشکل لگتا ہے آپ کو.....؟'' وہ بری طرح جھنجلا گئی تھی۔

''اب اگر تم نے مزید ایک لفظ بھی کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا..... مجھے تمہاری فضول گفتگو سننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ اماں کا خیال نہ ہوتا تو ایک لمحہ بھی میں تمہیں اپنے ساتھ برداشت نہ کرتا اور پھر اس سناٹے میں چاہے تم جہنم میں جاتیں۔'' مزدک نے اسے اچھا خاصا جھاڑ دیا اور اس کی یہ دھمکی کافی کارگر بھی رہی۔ وہ اس کو کرارا سا جواب دینا چاہتی تھی لیکن گہری ہوتی شام کے سائے اسے چپ کروا گئے۔ بھلا مزدک سے کیا بعید وہ راستے میں ہی اتار دیتا۔ اسے خاموش دیکھ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

ماحول پر ایک بار پھر سناٹا چھا گیا۔ مزدک کا دل غصے سے بری طرح بھڑک اٹھا تھا وہ ابھی بھی اسے سنانے کا سوچ رہا تھا کہ موبائل پر ہوتی بپ نے اسے

چونکا دیا۔ شہر بانو پر ایک سلگتی نظر ڈال کر اس نے موبائل ڈیش بورڈ سے اٹھایا تو روحمہ کا نمبر جگمگا رہا تھا۔

کیسا جا رہا ہے سفر دوست!.....حالات کچھ ٹھیک ہو رہے ہیں.....؟" روحمہ کی کھلکھلاتی آواز مزدک کو کچھ حیران کر گئی اسے ایک دم گڑبڑ کا احساس ہوا۔

"کیا مطلب روحی!.....؟" روحمہ کے نام پر شہر بانو بھی متوجہ ہوگئی۔

"ارے.....اب تم پر نا سمجھی کا اٹیک ہو گیا ہے مزدک.....میں نے اور فاطمہ آنٹی نے تمہیں اتنا اچھا چانس دے دیا اور تم سوالوں پر ٹائم برباد کر رہے ہو.....دو گھنٹے ہیں تمہارے پاس.....اس سفر کو ہمیشہ کے لیے یادگار بنا لو مزدک۔" اسے منا لو.....ویسے مجھے یقین ہے تم لوگ لیٹ ہی پہنچو گے لیکن کوئی فکر نہ کرنا میں سب سنبھال لوں گی۔ میں اپنے ڈرائیور کے ساتھ گاؤں پہنچ رہی ہوں.....بس تم اب جلدی سے سب ٹھیک کر لو اور....."

"روحی!.....میری بات تو سنو....."

"جی.....نہیں.....اب سب کچھ اپنی بیوی سے کہو.....مجھے یقین ہے وہ مان جائے گی۔ وہ بہت اچھی ہے.....تمہاری طرح دوسروں کو ستانے کی عادت نہیں ہے اسے.....او کے.....بائے۔" روحمہ نے اپنی بات مکمل کی اور موبائل آف کر دیا۔ ایک لمحے کے لیے تو مزدک کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ کرتے تو کیا۔ وہ بری طرح پھنس چکا تھا۔ شہر بانو کے ساتھ دو گھنٹے تک سفر کرنا اس کے لیے ناقابل برداشت تھا اور واپس گھر جانا اماں کی ناراضی مول لینے کے مترادف تھا۔

"کیا ہوا.....روحی نے کیا کہا.....؟" شہر بانو کو اس کی مسلسل چپ پر پوچھنا پڑا۔

"ہوں.....کیا.....وہ.....وہ اپنے ڈرائیور کے ساتھ گاؤں جا رہی ہے....." مزدک گہری سوچ میں مبتلا تھا لیکن شہر بانو کے ری ایکشن نے اسے چونکا دیا۔

''اچھا..... تو پھر ہم گھر چلیں مزدک۔'' فقرہ انتہائی عام تھا لیکن لہجہ اور سیاہ آنکھوں سے جھلکتی روشنی ہرگز بھی نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں تھی۔ مزدک نے ایک نظر ڈال کر رخ پھیر لیا لیکن کچھ عجیب ہوا تھا۔ اس ایک نظر میں شہر بانو کے وجود کی ساری روشنیاں سمٹ آئی تھیں۔ وہ گھر جانے کا سوچ کر پرسکون ہوگئی تھی۔ اس سکون نے ایک دم سے مزدک کے لیے فیصلہ کرنا آسان کر دیا۔

''گھر کیسے جا سکتے ہیں..... اب گاؤں ہی چلتے ہیں۔ وہ لوگ بھی نکل گئے ہوں گے۔'' وہ اس قدر نرم لہجے میں بولا کہ شہر بانو کچھ بول ہی نہ پائی۔ وہ برا سا منہ بناتی باہر دیکھنے لگی۔ وہ مزدک کی دلی حالت سے قطعی بے خبر یہ سوچنے میں مصروف تھی کہ جلد سے جلد سب گھر والوں کے پاس پہنچ جائے۔

''آپ کو راستہ تو پتہ ہے ناں؟'' شام کے بڑھتے سائے شہر بانو کے دل میں عجیب وسوسے جگانے لگے تھے۔ اس کے اس عجیب سوال پر مزدک نے حیرت سے اسے دیکھا۔ مزدک کی سوالیہ نظروں پر وہ گڑبڑا کر گویا ہوئی۔

''میرا مطلب ہے شام کافی گہری ہو رہی ہے اور..... کتنے سال آپ باہر رہے ہیں..... یہاں کے راستے بھول جانا کچھ اتنا ممکن بھی نہیں ہے۔''

''میں تمہاری طرح گنوار نہیں ہوں اور مجھے ہر راستے کا پتہ ہے فکر نہ کرو۔''

''آپ کا کیا بھروسہ.....'' شہر بانو زیر لب بڑبڑائی لیکن اتنے سناٹے میں مزدک کے لیے اس کا فقرہ سننا کچھ مشکل نہ تھا۔

''مجھے کچھ ضرورت بھی نہیں کسی بھروسے کی..... اگر تم اترنا چاہو تو میں گاڑی روک کر تمہیں یہیں اتار دوں.....؟'' وہ بری طرح تلملا کر بولا۔

''نہیں..... پلیز..... میرا دل بہت ڈر رہا ہے۔ اس راستے پر ڈکیتی کی بہت سی وارداتیں ہوئی ہیں۔'' وہ واقعی کافی ڈر چکی تھی۔ راستہ سنسان تھا اور ان کی گاڑی کے علاوہ

دور دور تک کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

”ارے..... واہ..... میں نے کچھ اور ہی سنا تھا آپ کے بارے میں..... سنا ہے پورا گھر آپ نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے..... یقین نہیں آتا اس قدر ڈرپوک لڑکی.....“

”میں ڈرپوک نہیں ہوں.....“ وہ ایک دم اس کا فقرہ کاٹتے ہوئے گویا ہوئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سا احساس نمایاں تھا۔

”مدت ہوئی میں نے ڈرنا چھوڑ دیا ہے۔ بہت چھوٹی تھی تو اماں کہا کرتی تھیں میرے چچا مجھے مار ڈالیں گے..... اور پھر..... بابا اور اماں مجھے چھوڑ گئے..... تو جیسے میرا ڈر بھی ان کے ساتھ ہی چلا گیا..... چچاؤں کا ڈر بھی نہیں رہا۔ بچا ہی کیا تھا گنوانے کو..... لیکن آج..... سوری میں بھی کیا لے بیٹھی۔“ بولتے بولتے اچانک اسے احساس ہوا کہ وہ مزدک کرمانی سے اپنے دل کا سب سے تکلیف دہ دکھ کہہ رہی تھی اور اس شخص سے کچھ بھی شیئر کرنے کی بھلا کیا تک تھی۔ مزدک نے اس کے ایک دم چپ ہو جانے پر رخ پھیر کر اسے دیکھا۔ سیاہ چادر کو اپنے گرد لپیٹے ہوئے شاید وہ اپنے آنسو چھپا رہی تھی اور شاید یہ ان دونوں کی زندگی کا سب سے خاص لمحہ تھا جو ان کے درمیان کے سارے فاصلے مٹا گیا تھا۔

”تم کو پتا ہے مجھے خود اندھیرے سے بہت ڈر لگتا ہے۔ اماں سے پوچھنا میں نے کتنے ڈرامے کیے ہیں..... کبھی لائٹ چلی جاتی تو.....“ مزدک نے انتہائی غیر محسوس انداز میں اس کا دھیان اپنی طرف راغب کیا اور پھر اپنے بچپن کے قصے سناتے ہوئے وہ اتنا مگن ہوا کہ سامنے سے آتے گنے سے بھرے ٹرک پر بھی دھیان نہ دے سکا۔

”مزدک!..... سامنے دیکھیں.....“ شہربانو کی نگاہ بے ساختہ سامنے پڑی اور اس نے چیختے ہوئے مزدک کے بازو کو دبوچ لیا تھا۔ اس کے اس قدر شدید ردعمل پر

مزدک بمشکل اپنے حواس قابو میں رکھ پایا۔ اسٹیرنگ کو گھماتے ہوئے اس نے گاڑی سائیڈ پر کچے راستے پر ڈال لی تھی۔ ٹرک ڈرائیور شاید ہوش میں نہیں تھا۔ مزدک بری طرح حواس باختہ ہوگیا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ ایک امتحان بنی شہربانو اس کے بازو سے چپکی کانپ رہی تھی۔ گاڑی کو ایک طرف روکتے ہوئے مزدک نے ایک پرسکون اور گہری سانس لے کر خود کو زندہ ہونے کا احساس دلایا۔

”ہم ٹھیک ہیں بانو! ...... کچھ نہیں ہوا......“ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بہت نرمی سے بولا۔ شہربانو نے جھٹکے سے سر اٹھایا اور مزدک کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔ وہ اس کے تصور سے بھی زیادہ قریب تھی۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں ڈولتے خوف کے سائے انہیں ہمیشہ سے بڑھ کر حسین بنا گئے تھے۔ مزدک کے دل نے بہت دھیرے سے اسے بتایا تھا کہ پچھلے لمحے میں وہ موت کو تو شکست دے چکا تھا لیکن ان قاتل نینوں سے بچ پانا ناممکن تھا۔ مزدک نے بے ساختہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھ کے پیالوں میں لیتے ہوئے اسے زندگی کی موجودگی کا یقین دلانا چاہا تو جیسے اس کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا۔

”کیا ہوگیا تھا آپ کو...... دیکھ کر نہیں چلا سکتے تھے...... اگر کچھ ہو جاتا تو...... کچھ فکر بھی ہے آپ کو...... یہی کہہ رہی تھی ناں...... دھیان کہاں تھا آپ کا......“ اس کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے وہ غصے کے مارے بولتی چلی گئی، جیسے جیسے وہ بول رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور مزدک کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔

”کچھ نہیں ہوا ہے! ...... سب ٹھیک ہے، سن رہی ہو کچھ نہیں ہوا ہے......“ اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے مزدک نے اس کے حواس بحال کرنے کی کوشش کی۔ مزدک کے چیخنے پر اسے جیسے ہوش آ گیا۔ اپنے چہرے کو ہاتھوں میں چھپاتے ہوئے وہ بری طرح رو دی۔ اس کے یوں شدت سے رونے پر مزدک جھنجلا گیا۔ اس کے آنسو مزدک کو تکلیف دے رہے تھے۔ صرف ایک لمحہ لگا مزدک کی برداشت ختم ہونے میں۔ اس نے سختی سے اس کا بازو پکڑا اور اسے اپنی

طرف موڑتے ہوئے گویا ہوا۔

''باقی کے آنسو بچا کر رکھ لو..... میں مر جاؤں تو پھر رو لینا، ٹھیک ہے ......'' اس کے بازو کو جھٹکے سے چھوڑتے ہوئے اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اس کے جارحانہ انداز پر شہر بانو بری طرح سہم گئی لیکن اس وقت اس میں کچھ بولنے کی ہمت نہیں تھی اور اگلے پندرہ منٹ بعد وہ گاؤں کی حدود میں داخل ہو رہے تھے۔

''اپنا حلیہ درست کر لو..... میرا قصور نہ ہوتے ہوئے بھی سب سوچیں گے میں نے تمہیں رلایا ہے جب کہ میرا خیال ہے تم کو رونے کے سوا اور کچھ آتا ہی نہیں۔'' انتہائی درشت لہجے میں وہ بولا حالانکہ دل پر گزرنے والی خوبصورت واردات کا تقاضا کچھ اور تھا لیکن حالات نے اسے اس رویے پر مجبور کر دیا تھا۔ اپنا دھیان اس پر سے ہٹانے کے لیے وہ پوری طرح سڑک پر نظریں جمائے ہوئے تھا لیکن ضدی دل بار بار اسے بھٹکا رہا تھا۔ اور جب اس نے سیاہ چادر سر سے اتاری تو اس کی نظر تمام مصلحتیں بھلائے شہر بانو پر آن ٹھہری۔ وہ لرزتے ہاتھوں کے ساتھ اپنے بکھرے ہوئے بالوں کو سمیٹ رہی تھی۔

''آخر۔ یہ اتنی اچھی کیوں لگ رہی ہے ..... وہی تو ہے ..... پھر یہ کیا ہو رہا ہے مجھے ..... ایسے حالوں میں اس کے تصور سے بھی نفرت کی ہے میں نے اور اب .....''

''آئی ..... ایم ..... سوری ..... میری وجہ سے آپ کو پریشانی ہوئی ..... میرے بابا اور اماں اسی طرح ایکسیڈنٹ میں ..... مجھے رات کے سفر سے بہت ڈر لگتا ہے ..... مجھے معاف کر دیجیے گا .....'' گاڑی سے اترتے ہوئے وہ بہت آہستگی سے بولی۔ اندر ہوتے ہنگامے کی وجہ سے وہ بمشکل اس کے الفاظ سن پایا تھا اور جب وہ اترنے لگی تو مزدک نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ شہر بانو کو اس کا یہ انداز حیرانی میں مبتلا کر گیا تھا۔

''کیا تم رونا چھوڑ سکتی ہو.....؟ مجھے تمہارے آنسوؤں سے پریشانی ہوتی ہے۔ پہلے بھی تمہارے آنسو سب کچھ ختم کر گئے تھے اور اب ..... مجھے آنسوؤں سے نفرت

ہے..... اگر ہو سکے تو آئندہ میرے سامنے مت رونا ..... تمہاری مہربانی ہوگی۔'' قطعی سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے اس نے نرمی سے شہر بانو کا ہاتھ تھپتھپایا اور گاڑی سے باہر نکل گیا۔ اس کے الفاظ شہر بانو کو الجھن میں مبتلا کر گئے تھے وہ کتنی آسانی سے سب الزام اس کے نام لگا گیا تھا اور وہ کچھ نہ بول پائی۔



تو پیا سے مل کر آئی ہے
بس آج سے نیند پرائی ہے
اب دیکھے گی سپنے بالم کے
تو لاکھ چلے ری گوری تھم تھم کے
پائل میں گیت ہیں چھم چھم کے

''یہ تم کو کس وقت کے راگ سوجھ رہے ہیں روحمہ میر! ..... کزن یاد آ رہا ہے.....'' تکیہ ٹھیک کرتے ہوئے اس نے روحمہ کو شرارت سے چھیڑا۔ صبح بارات تھی اسی لیے وہ رات یہیں رک گئی تھی۔

''ہاں ..... جی ..... ہم تو یاد ہی کر سکتے ہیں ..... آپ کی طرح تھوڑی خوش نصیب ہوں کہ دو گھنٹے تک پیا کے ساتھ لانگ ڈرائیو کے مزے لوٹوں۔''

''بکومت روحی! ..... تمہاری بکواس کے علاوہ بھی مجھے بہت کام ہیں۔''

''اسے معاف کر دو شہر بانو۔ وہ سچ مچ تمہیں بہت چاہتا ہے۔''

''روحی! ...... یہ کون سا ٹائم ہے اس بکواس کا۔ ساڑھے تین بج رہے ہیں اور......''

''ہر کام اپنے وقت پر ہو ہی جاتا ہے شہر بانو تم اسے موقع تو دو۔ وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔''

''میں پہلے ہی بہت خوش ہوں۔ کیا کمی ہے مجھے۔ میرا خیال ہے تمہیں نیند نہیں آ رہی اس لیے ایسی بے کار باتیں سوجھ رہی ہیں۔ میں تمہارے لیے کافی لاتی ہوں، اچھی سی۔'' شہر بانو نے اپنا لہجہ نارمل رکھا لیکن سچ تو یہ تھا کہ دل میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں وہ چاہ کر بھی روحمہ کو یہ یقین نہیں دلا سکتی تھی کہ وہ خود پسند شخص اپنے علاوہ کسی سے محبت نہیں کر سکتا تھا اور ابھی تو اسے ان لمحوں کا افسوس کم نہیں ہوا تھا جب وہ اس کے سامنے اپنے کچھ دکھ رو دی تھی اور وہ......

''اے شہر بانو! ...... تم کافی لا رہی تھیں ...... اس کا کیا بنا؟'' روحمہ کی آواز پر وہ چونکتے ہوئے باہر نکل آئی۔

''یہ روحی بھی حد کرتی ہے ...... کچھ پتا نہیں چلتا اس کا۔'' کچن کی طرف آتے ہوئے اس نے اپنا دھیان مزید سے ہٹانے کے لیے روحمہ کو سوچنا چاہا لیکن کچن کے دروازے پر اسے رکنا پڑا کیونکہ وہ دشمن جاں پہلے سے کچن میں موجود تھا۔ چولہے پر پانی دھرا تھا اور وہ موبائل کان سے لگائے بہت آہستہ آواز میں بول رہا تھا۔

''ہاں ...... یار! ...... کل بارات ہے۔ میں نے تو کہا تھا تم بھی ساتھ آؤ لیکن تب ......'' اسے ایک دم اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو چونک کر مڑا اور شہر بانو کو سامنے دیکھ کر وہ بس ایک لمحے کو چپ ہوا اور پھر اس نے تیزی سے الوداعیہ کلمات کہہ کر موبائل بند کر دیا۔ اس کے اس رویے پر شہر بانو چور سی بن گئی۔

''کیا اس کو لگ رہا ہے میں اس کی بات سن رہی تھی ...... بھلا مجھے کیا ضرورت ہے جو......

''اچھا ہوا تم آ گئیں ......پلیز میرے لیے ایک کپ چائے بنا دو۔''موبائل سائیڈ پاکٹ میں ڈالتے ہوئے وہ سرسری سے لہجے میں کہتا چولہے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ شہر بانو کو اس کا انداز بالکل اچھا نہیں لگا۔ وہ کوئی اس کی ذاتی ملازمہ نہیں تھی کہ اتنی رات گئے اس کی خدمت کرتی لیکن جب تک وہ کوئی جواب سوچتی۔ وہ بڑے پرسکون انداز میں ڈائننگ ٹیبل پر جا بیٹھا۔ کچھ لمحے کے لیے خاموشی چھائی رہی۔ شہر بانو نے اپنے اور روحمہ کے لیے بھی کافی کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے کیتلی میں پانی بڑھا دیا۔

''کوئی اور بھی جاگ رہا ہے۔''اسے تیسرا مگ دھوتے دیکھ کر اس نے یونہی پوچھا جسے سن کر بے ساختہ شہر بانو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''ہاں ......جی ......روحمہ جاگ رہی ہے ......چاہیں تو بلا لیں اسے ......کچھ پرانی یادیں ہی تازہ ہو جائیں گی۔''ان دونوں کے مابین ایسا کچھ نہیں تھا کہ وہ کسی حسد میں مبتلا ہو کر ایسی بات کرتی اس کا مقصد صرف مزدک کرمانی کا دل جلانا تھا لیکن اس کے فقرہ سے بھی اس کے سکون میں کوئی فرق نہ آیا۔

''میں نے سنا ہے تم ایم۔ بی۔ اے کر چکی ہو......؟''تھوڑے سے وقفے کے بعد اس نے نیا موضوع چھیڑ دیا تو کھولتے پانی میں پتی ڈالتے شہر بانو کے ہاتھ پل بھر کو تھم سے گئے۔

''اچھا......تو اس لیے موصوف مجھے بات کرنے کے قابل جان رہے ہیں۔''شہر بانو نے ذرا سا مڑتے ہوئے اسے دیکھا۔ ٹیبل پر سر رکھے آنکھیں موندے وہ اس لمحے بہت پرسکون نظر آ رہا تھا۔ جونہی شہر بانو نے اسے دیکھا۔ اس نے بھی آنکھیں کھولتے ہوئے سوالیہ نظروں سے شہر بانو کو دیکھا۔ شہر بانو ایک پل بھی اس کی آنکھوں میں نہ دیکھ سکی اور رخ پھیر لیا۔

''تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا......''وہ آہستہ سے اٹھ کر اس کے برابر آن کھڑا ہوا اور چولہے کی آنچ کو بالکل دھیما کر دیا۔ شہر بانو نے کافی جھنجلا کر اسے

دیکھا۔گہری سرمئی آنکھوں سے نیند کا گلابی پن چھلک رہا تھا۔شہر بانو نے ناگواری سے نظروں کا زاویہ بدل لیا۔
''جس سے فون پر بات کر رہا تھا۔وہ سنیعہ ہے۔'' ایک دم اس نے عجیب سی بات کر دی۔شہر بانو کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ سب وہ اسے کیوں بتا رہا تھا۔اس نے سوالیہ نظروں سے مزدک کرمانی کو دیکھا لیکن اس کے چہرے اور گہری سرمئی آنکھوں سے چھلکتی مدھری مسکان شہر بانو کو بہت کچھ سمجھا گئی۔اس نے محبت کی تو نہیں تھی لیکن محبت کے سب رنگ پہچانتی تھی۔
''دیکھو...... میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں تم سے یہ سب کہوں گا...... لیکن شاید ایسا ہونا ہی تھا...... اصل میں......'' وہ بڑے دوستانہ لہجے میں گویا ہوا۔اس کے لہجے سے،اس کے چہرے کے ہر ہر عضو سے ایک میٹھی سی روشنی پھوٹتی محسوس ہو رہی تھی۔شہر بانو اس کی طرف دیکھ رہی تھی لیکن پتا نہیں اچانک کیا ہوا اس کی نظر مزدک کرمانی پر ٹھہری سی گئی۔گھنی مونچھوں تلے گلابی لب مسکرا رہے تھے گہری سرمئی آنکھوں میں بے پناہ جذبے ہلچل مچائے ہوئے تھے۔شہر بانو نے ایک مدت بعد اسے اتنے قریب سے دیکھا تھا۔یہ تو سچ تھا وہ بے پناہ خوبرو تھا۔مدتوں پہلے جب وہ گرجتا برستا بھی اس کے سامنے تھا تب بھی اس کے وجیہہ سراپے نے شہر بانو کو سر اٹھانے نہیں دیا تھا لیکن دوستانہ لہجے میں بولتا،مدھم سی مسکان کے ساتھ وہ نظر لگ جانے کی حد تک پیارا لگ رہا تھا۔
''اے...... بانو!...... تم نے سنا میں نے کیا کہا؟'' اسے یوں چپ چاپ کھڑے دیکھ کر مزدک نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا تو وہ بری طرح چونک گئی۔سچ تو یہ تھا وہ اس کی کوئی بات سن نہیں پائی تھی۔پتا نہیں وہ کسی سحر کے اثر میں تھی کہ اسے احساس تک نہ ہوا تھا کہ وہ مزدک کرمانی کو یک ٹک دیکھے جا رہی تھی جس کے لیے آج سے پہلے اس کے دل میں کدورت کے سوا کچھ نہ تھا۔

''سوری ...... میرا دھیان کہیں اور تھا ...... جی ...... کیا کہا آپ نے ...... '' سر کو جھٹکتے ہوئے اس نے بمشکل خود کو مزدک کرمانی کو سننے کے لیے تیار کیا۔ مزدک نے ایک لمحہ رک کر اس کے غیر حاضر سے انداز کو دیکھا اور اس کے لبوں پر ٹھہری دھیمی مسکان بہت گہری ہوگئی تھی۔

''میں سنیعہ کی بات کر رہا تھا ...... دیکھو ...... ہمارے درمیان جو بھی ہوا ...... وہ غلط ہوا ...... لیکن اس وقت میں ایسے کسی رشتے کے لیے تیار نہیں تھا ...... قصور وار نہ ہوتے ہوئے بھی ......''

''آپ اب کیا چاہتے ہیں ....؟'' شہر بانو کو ماضی کے ذکر سے وحشت ہو رہی تھی۔ تبھی اس نے تیزی سے مزدک کا فقرہ کاٹا لیکن اس کا دل جیسے رک سا گیا تھا۔ اس کی خاموش دھڑکنیں کہہ رہی تھی مزدک کرمانی اب پہلے سے بھی کچھ برا کرنا چاہتا تھا۔

''میں ...... میں کیا چاہتا ہوں ...... '' مزدک نے پرسوچ انداز میں اس کی سیاہ آنکھوں میں اترتے سناٹے دیکھے اور ہمت کر کے گویا ہوا۔

''میں چاہتا ہوں ...... تم یہ گھر چھوڑ دو ......'' اس نے قطعی انداز میں اپنا فیصلہ سنایا لیکن شہر بانو کو لگا جیسے کسی نے روح ہی کھینچ لی۔ شہر بانو کے لیے وہ آج بھی پہلے دن کی طرح سنگدل تھا۔ اس نے آہستگی سے اپنا رخ اس کی شکوہ کناں نظروں سے پھیر لیا اور ایک بار پھر اپنے الفاظ کی برچھیوں سے اسے چھلنی کرنے لگا۔ آج وہ چیخ چلا کر اپنا مدعا نہیں کہہ رہا تھا لیکن دھیمے لہجے میں کہے گئے الفاظ پہلے سے زیادہ تکلیف دہ تھے۔

''شاید یہ مشکل ہو تمہارے لیے لیکن مجھے اس گھر میں ان لوگوں میں اپنا مقام واپس چاہیے۔ تمہارا گھر ہے اور اب تم اتنی میچور تو ہو ہی ناں کہ وہاں جا کر رہ سکو۔ اماں نے جتنا سہارا تمہیں دیا ہے۔ تمہارا بھی فرض بنتا ہے تم ان کے احساسات کا خیال کرو۔ وہ کہتی نہیں ...... لیکن ظاہر ہے ان کو میری ضرورت سب سے زیادہ ہے اور تم

ہمارے درمیان ......‘‘ مزدک بات کرتے ہوئے مڑا لیکن ایک پل کے لیے وہ دنگ ہی تو رہ گیا۔ اس وقت وہ بالکل اکیلا تھا وہ تو جانے کب سے اس کی بات غیر ضروری سمجھتے ہوئے وہاں سے جا چکی تھی۔ ایک پل کے لیے مزدک کا خون مارے غصے کے کھول اٹھا تھا لیکن اگلے ہی لمحے اس کے چہرے پر پرسکون مسکراہٹ آن ٹھہری۔ وہ ایک بہت مشکل مرحلہ طے کر چکا تھا۔ کم از کم اب سب کچھ اس کے اور شہر بانو کے درمیان واضح ہو گیا تھا۔



’’سنی! ...... یہ شہر بانو کہاں ہے ......؟‘‘ بظاہر اس نے اپنا لہجہ سرسری رکھا تھا لیکن سنی جس طرح حیران سا مڑا وہ انداز مزدک کو شرمندہ سا کر گیا۔ اصل میں کل رات سے اب تک وہ ایک بار بھی اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ وہ اس کاری ایکشن جاننا چاہتا تھا لیکن اس نے تو شاید مزدک کے سامنے نہ آنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

’’وہ رانیہ کے ساتھ پارلر گئی ہیں ...... ابھی میں تھوڑی دیر میں ان لوگوں کو لینے جانے والا ہوں۔ ایسا کرو تم ان کو پک کر لو ...... یہ ایڈریس ہے۔ میں یہاں انتظام دیکھ لیتا ہوں ...... بارات آنے والی ہو گی ......‘‘ سنی نے پہلی معنی خیز نگاہ کے بعد بہت سکون سے ایک وزیٹنگ کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھایا تو وہ کچھ بھی نہ بول پایا۔ کارڈ لے کر وہ پورچ کی طرف آ گیا تھا۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے روم پر لانے تک وہ جیسے کسی سناٹے کی زد میں تھا۔ وہ سنیعہ سے کمٹمنٹ کر چکا تھا اور اسے ہر حال میں اپنا کہا نبھانا تھا اور اس کے لیے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔

’’آپ کو راستہ تو آتا ہے ناں ......؟‘‘ ایک دم جیسے سناٹا ٹوٹا تھا کسی کی گھبرائی ہوئی آواز بہت قریب سے ابھری تھی۔ مزدک کا پاؤں یکبارگی بریک پر پڑا اور اس نے ٹپٹا کر اپنے اردگرد دیکھا۔ اس کے تصور میں کل رات کا لمحہ جاگ اٹھا۔ وہ ایک دم سے اس کے کتنے قریب آ گئی تھی۔ وہ چاہتا تو پچھلے سالوں کی تمام غلطیاں سدھار سکتا تھا۔ اس

ڈری سہمی لڑکی کو اپنے اعتبار کا مضبوط سہارا دے سکتا تھا۔ وہ جو خود کو ڈرپوک کہلانے سے انکار کر گئی کیسے ایک ہی پل میں اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں خوف کے مارے برسنے لگی تھیں۔ دو چار دن سے عجیب قصہ رونما ہوا تھا۔ وہ سامنے نہیں ہوتی تھی تو مزدک اس کے خلاف خوب ارادے باندھتا، اسے اپنی زندگی سے الگ کرنے کے ہزاروں حیلے سوچتا لیکن وہ سامنے آتی تو جیسے وہ سب بھولنے لگتا تھا۔ ایقہ چچی سچ کہتی تھیں جہاں وہ ہوتی، سارے ماحول پر چھائی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ اگر رات بھی وہ اسے سمیعہ سے بات کرتے دیکھ نہ لیتی تو شاید وہ کبھی اسے گھر سے چلے جانے کا نہ کہہ پاتا۔ اب وہ اس کھیل سے تنگ آ چکا تھا۔ وہ ہمیشہ دل کی ماننے والا انسان تھا۔ دل کی مان کر ہی تو وہ اتنے برسوں گھر اور گھر والوں سے دور رہا لیکن اس بار دل جو مطالبے کر رہا تھا۔ وہ ماننا تو کیا سننا بھی نہیں چاہتا تھا۔

”راستے تو سبھی جانتا ہوں مسز مزدک کرمانی! ...... لیکن یہ طے ہے کہ اب دل کی نہیں مانوں گا...... پہلے ہی بہت سزا کاٹی ہے ...... اب مجھے اپنا ہر حق واپس چاہیے۔“ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے شہر بانو کو تصور میں مخاطب کیا تھا۔ یہ تو طے تھا وہ سمیعہ سے کیا ہر وعدہ نبھانے والا تھا۔ چاہے اس کا نتیجہ جو بھی نکلتا۔

گاڑی میں بیٹھنے سے گھر آنے تک اس نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر مزدک کی طرف دیکھا تک نہیں۔ وہ بڑے سکون سے رانیہ اور ثنا کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی اور اس کے چہرے پر پھیلے سکون نے مزدک کا پارہ پوری طرح ہائی کر دیا تھا۔ یعنی اس کی کسی بات کا اثر لینا اس نے ضروری نہیں سمجھا۔

”سنو...... بانو! مجھے تم سے بات کرنی ہے......“ رانیہ کو کمرے تک پہنچانے میں وہ ان کے ساتھ رہا اور جب اس نے شہر بانو کو رانیہ کے پاس ہی بیٹھتے دیکھا تو بے ساختہ وہ بول پڑا۔ شہر بانو کے چہرے کا رنگ ایک دم بدلا۔ اس نے گھبرا کر رانیہ کو دیکھا لیکن اس نے مسکراتے ہوئے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہاں بیٹھی مہمان لڑکیوں کا خیال کر کے اسے اٹھنا ہی پڑا۔ اسے مزدک کے پیچھے نکلتا دیکھ کر سب لڑکیاں معنی خیزی سے ہنسنے لگی اور ان کی ہنسی شہر بانو کے اعصاب پر کوڑے کی طرح لگی۔

”کیا مسئلہ ہے آپ کو......؟“ وہ راہداری میں آتے ہی پھنکاری تو مزدک نے اس کے برابر رکتے ہوئے ایک گہری نگاہ اس کے سراپے پر ڈالی۔ ٹی پنک اور براؤن بھاری کام والے پشواز میں جھنجلاتی ہوئی وہ بڑی پیاری لگ رہی تھی۔ سانولے چہرے پر میک اپ کی تہوں کے باوجود پھیلی ناگواری صاف دکھائی دے رہی تھی۔ چند لمحے پہلے کا سکون اس پل قطعی مفقود تھا۔ اسے پریشان دیکھ کر مزدک کو ایک عجیب سی خوشی محسوس ہوئی۔ اسے اندازہ ہوگیا کہ وہ اتنی دیر سے لاپرواہ نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اصل میں وہ کافی ٹینشن میں تھی۔

”کیا میں نے کبھی تمہیں بتایا ہے...... تمہاری آنکھیں...... بے پناہ خوبصورت ہیں......“ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں کو گرفت میں لیتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تو شہر بانو واضح طور پر لرز گئی۔ سب کے سامنے وہ لگاوٹ کا اظہار کر رہا تھا تو اس کی وجہ تھی کہ وہ سب کے سامنے خود کو اچھا بنا کر پیش کرنا چاہتا تھا لیکن اس طرح تنہائی میں کہا گیا فقرہ شہر بانو کے حواس ٹھکانے لگا گیا۔ اس نے تیزی سے وہاں سے ہٹنا چاہا لیکن مزدک اس کا ارادہ بھانپ چکا تھا۔ تبھی اس نے تیزی سے اس کا بازو اپنی گرفت میں لے لیا اور اس کے قریب جھکتے ہوئے اس کے چہرے پر پھیلے خوف اور گھبراہٹ کے رنگوں کو دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

”سچ کہتا ہوں...... تمہاری یہ سیاہ آنکھیں کسی بھی راہی کو اس کا راستہ بھولنے پر مجبور کر سکتی ہیں...... ایسا سحر ہے ان میں کہ کوئی ان سے بچ نہیں سکتا......“ اس پر جھکے ہوئے وہ خمار آلود لہجے میں بولتا چلا گیا اور شہر بانو کی جیسے جان لبوں پر آ گئی۔ مزدک کرمانی سے اس قدر قربت کا تو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ وہ بری طرح لرز رہی تھی اپنی یہ کمزوری اسے بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

”پلیز مجھے جانے دیں...... کوئی آجائے گا“ اپنے بازو کو اس کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کرتی وہ کمزور سے لہجے میں بولی تو مزدک قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''اب مجھ سے یوں بیویوں والے ڈائیلاگ مت بولو تم ......'' مزدک کا استہزائیہ فقرہ اسے جھنجوڑ کر رکھ گیا۔

''مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ کی بیوی بننے کا۔'' وہ تنک کر اپنا بازو آزاد کرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

''اچھا......'' مزدک نے چھوڑنے کی بجائے اسے جھٹکے سے اور بھی قریب کر لیا۔ یوں کہ اس کے لہجے سے پھوٹتے شعلے شہربانو کو خود کو بھسم کرتے محسوس ہوئے۔

''میری بیوی بننا نہیں چاہتی ہو اور میرے گھر پر حکومت قائم رکھنا چاہتی ہو...... اتنی ہی نفرت ہے اس رشتے سے تو میرا گھر کیوں نہیں چھوڑ دیتی...... چلی کیوں نہیں جاتی یہاں سے۔'' اس کے بازو کو بری طرح دبوچتے ہوئے وہ انتہائی درشت لہجے میں بولا تو ذلت کے احساس کے مارے شہربانو کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اسے لگا وہ ایک بار پھر سب کے سامنے لے جا کر اسے تماشہ بنا ڈالے گا۔ وہ لاکھ چاہ کر بھی اپنے اس خوف پر قابو نہیں پا سکی تھی۔

''یہ میرا بھی گھر ہے......'' وہ انتہائی پست لہجے میں بولی۔

''ہوں...... تمہارا کیسے ہو گیا یہ گھر۔ تم یہاں میرے نام کی زندگی جی رہی ہو...... میں چاہوں تو ابھی اور اسی وقت ہر حوالہ ختم کر دوں...... تم......'' اس فقرے پر شہربانو نے تڑپ کر اسے دیکھا اور بس مزدک کا فقرہ ہونٹوں میں ہی رہ گیا۔ اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں ٹھہرے آنسو مزدک کو سب بھلا گئے۔ وہ بس ایک پل ہی اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں دیکھ پایا اور اگلے ہی لمحے اس نے جھنجلا کر اس کا بازو چھوڑ دیا۔

''چلی جاؤ یہاں سے۔ سیدھی طرح یہ گھر چھوڑ دو۔ ورنہ میں تمہارا جینا مشکل کر دوں گا۔'' اس کی طرف بنا دیکھے وہ ناگواری سے بولا تو ایک لمحے کے لیے شہربانو نے ششدر نظروں سے دیکھا اور پھر جان چھوٹ جانے پر تیزی سے بھاگتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

urdunovels.net

''یہ سیاہ آنکھیں کسی بھی راہی کو اس کا راستہ بھولنے پر مجبور کر سکتی ہیں۔'' چند لمحے پہلے اس نے محض شہر بانو کو ستانے کے لیے یہ فقرہ کہا تھا لیکن دل میں ہوتی ہلچل نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں ٹھہرے آنسو دل کو عجیب کسک میں مبتلا کر رہے تھے۔

''چلو۔ شکر ہے بھابی!...... آپ اس ذمہ داری سے بھی فارغ ہو گئیں...... رانیہ ماشاءاللہ اپنے گھر میں خوش ہے......'' صالحہ پھوپو نے رانیہ کی کھلی صورت دیکھ کر کہا۔

''ہاں...... اللہ کا کرم ہے صالحہ!...... رانو تو کتنی پگلی سی ہے...... کہیں اور جاتی تو جانے رشتے کیسے نبھاتی...... یہ تو اپنے ہی گھر میں اس کا ساتھ بن گیا۔ بس اللہ سب کی بیٹیوں کے نصیب اچھے کرے۔'' فاطمہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن بات کرتے کرتے اچانک ان کی نظر شہر بانو پر پڑی وہ غائب دماغی سے پلیٹ میں ڈالے ہوئے چاولوں میں چمچ چلائے جا رہی تھی۔ اس کے انداز نے انہیں الجھا دیا۔ شادی کی مصروفیت میں انہوں نے اس پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ وہ بڑی مرجھائی ہوئی لگ رہی تھی۔

''تو آپ کیا کہتی ہیں صالحہ پھوپو!...... یہ جو لڑکیاں ہوتی ہیں، یہ فیملی میرج میں زیادہ خوش رہتی ہیں......'' مزدک کے سوال پر فاطمہ بیگم نے چونک کر اسے دیکھا۔ شہر بانو جتنی پژمردہ لگ رہی تھی وہ اتنا ہی پرسکون تھا۔

''بیٹا!...... نصیب تو کوئی نہیں جانتا...... لیکن فیملی میرج کا یہ فائدہ ہے کہ انسان کو اپنے خاندان کے سب بچوں کا پتا ہوتا ہے۔ بھروسہ ہوتا ہے۔'' صالحہ پھوپو نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا اور ان کے جواب پر جعفر کرمانی ہنسنے لگے۔ سب سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگے۔

''دیکھو بھر جائی!...... اپنا مزدک کتنا سیانا ہو گیا ہے۔ پتا ہے یہ کیا کہنا چاہتا ہے...... کہ تم......''

''ابا جان!...... ہو جانے دیں مجھے بھی سیانا۔ اب میرے ڈائیلاگ مجھے ہی بولنے دیں...... اچھا...... پھوپو میں یہ کہہ رہا تھا کہ جب فیملی میرج اتنی اچھی ہوتی ہے تو

آپ یہ اچھی پگلی سی آمنہ نہیں کیوں نہیں دے دیتی ہیں...... ہمارے سنی پر بھروسہ کریں وہ اتنا بھی برا نہیں۔'' پورے ماحول میں اس کے الفاظ پر سناٹا چھا گیا۔ فاطمہ بیگم نے گھور کر مزدک کو دیکھا بھلا اتنی اہم بات یوں کی جاتی ہے لیکن اس کی مسکراہٹ میں ذرا فرق نہ آیا۔ وہ مسکراتی نظروں سے صالحہ پھوپو کو دیکھ رہا تھا اور صالحہ پھوپو پلیٹ پر جھکے سنی کو دیکھ رہی تھیں جو اس وقت اپنی فطرت کے برعکس کافی خاموش تھا۔

''بات بھروسے کی نہیں مزدک!......'' صالحہ پھوپو ایک پل کو رکیں اور اس لمحے سنی کی جان لبوں تک آ گئی۔ اس نے خوفزدہ ہو کر پھوپو کو دیکھا اور اسے یوں پریشان دیکھ کر وہ ہنس دیں۔

''ڈر لگتا ہے تو یہ کہ فاطمہ بھابی کا کیا قصور ہے۔ پگلے بیٹے کے بعد اب بہو بھی ویسی ہی لے آئیں لیکن میرا اس میں بہت فائدہ ہے۔ کیوں بھابی!...... آپ میں ہے یہ حوصلہ......؟'' صالحہ پھوپو نے بڑی گھما پھرا کر رضامندی دیتے ہوئے فاطمہ بیگم سے پوچھا۔

''کیوں نہیں یہ حوصلہ تو کرنا ہی پڑے گا...... ارے رانو!...... آمنہ کے منہ میں کچھ ڈالو...... کھلا ہوا ہے...... اور اسے یہاں سے لے جاؤ...... آخر اس کے رشتے کی بات ہو رہی ہے......'' فاطمہ بیگم نے بھی ہنستے ہوئے کہا تو سارا ماحول جیسے ایک دم زعفران زار بن گیا۔ سب سنی کو تنگ کر رہے تھے جو ابھی تک اس اچانک چچوایشن پر دم بخود تھا اور اس سے پہلے کہ وہ ہوش میں آتا سب نے اس سے خوب مذاق کیا۔ فاطمہ بیگم کا دل خوشی سے بھرا جا رہا تھا آج سے پہلے کبھی اتنی خوشیاں ان کے گھر میں نہیں آئی تھیں اور یہ سب مزدک کی بدولت تھا۔ آخر مزدک نے بڑا بیٹا ہونے کا حق ادا کر دیا تھا۔ ہر چہرے پر خوشی تھی، سکون تھا۔ سب کو دیکھتے وہ ایک بار ٹھٹک گئیں۔ شہر بانو کے ہونٹوں پر مردہ سی مسکان تھی لیکن اس مسکراہٹ میں خالی پن تھا۔ شہر بانو انہیں بے حد عزیز تھی اور انہوں نے آج سے پہلے کبھی اسے یوں اداس نہیں دیکھا

تھا۔ان کا بس چلتا تو سب سے پہلے اس کا دامن خوشیوں سے بھر دیتیں لیکن وہ چاہ کر بھی اس کے لیے کچھ نہیں کر پا رہی تھیں۔
''شازی! ...... میں تیری امانت سنبھالنا چاہتی ہوں ...... لیکن اس کی مرجھائی صورت مجھے احساس جرم میں مبتلا کر رہی ہے ...... تو ہی بتا میں کیا کروں۔'' فاطمہ بیگم ایک بار پھر مزدک اور شہر بانو کی وجہ سے امتحان میں پڑ گئی تھیں۔ پتا نہیں اس بار فیصلہ کس کے حق میں ہونا تھا۔
دروازے پر ہوتی دستک پر اسے حیرت ہوئی۔ دروازہ ناک کر کے آنے والا کون ہو سکتا تھا۔
''سنی! ...... دروازہ کھلا ہے ...... ڈرامے مت کرو اس وقت ......'' اس نے بیزاری سے بنا کتاب سے نظر ہٹائے کہا تو دروازہ ہولے سے کھلا اور ساتھ ہی شہر بانو کی نظر بھی اٹھی لیکن اندر داخل ہونے والی ہستی نے اسے ساکت ہی تو کر دیا۔ پچھلے تین دن وہ اس سے بالکل لاتعلق رہا تھا۔ نہ کوئی سوال جواب، نہ کوئی فضول بات لیکن اس لمحے وہ اس کے کمرے میں کھڑا تھا۔ ڈارک براؤن کرتا شلوار میں وہ ہمیشہ والے مزدک کرمانی سے قطعی مختلف لگ رہا تھا۔ گہری سرمئی آنکھوں میں نرم سی مسکان تھی اور وہ بڑے انہماک سے شہر بانو کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہا تھا۔
''آپ یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟'' شہر بانو نے بمشکل حواس بحال کرتے ہوئے سوال کیا تو وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا بیڈ کے قریب آ گیا اور بڑے دبنگ سے لہجے میں گویا ہوا۔
''کیوں ...... بیوی ہو تم میری ...... کافی دیر سے نظر نہیں آئی تو سوچا خود آ جاؤں تمہیں دیکھنے کے لیے۔'' لگاوٹ سے کہتا وہ اس کے برابر میں بیڈ پر بیٹھ گیا تو شہر بانو کو جیسے کرنٹ لگا۔ وہ تیزی سے بیڈ سے اٹھی اور اس سے قدر فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ مزدک کے ہونٹوں پر پھیلی معنی خیز مسکراہٹ نے اسے طیش دلا دیا۔

''فوراً نکل جائیں آپ میرے کمرے سے...... اگر آپ نے مجھے تنگ کیا تو میں خالہ کو شکایت کردوں گی۔ آپ سمجھتے کیا ہیں۔ میں آپ سے ڈر جاؤں گی۔ یہ میرا گھر ہے اور مجھے یہاں سے آپ نہیں نکال سکتے۔ میں نے خالہ سے کہا تو......''

''میں تو چاہتا ہوں...... تم اماں سے کہو...... لیکن یاد رکھنا اس بار اماں بھی وہ سنیں گی جو میں کہوں گا۔ تم نے دیکھا نہیں آج۔ میں نے تم سے اپنے سارے اختیار واپس لے لیے ہیں۔ اب سب وہ کرتے ہیں جو میں کہتا ہوں۔ سنی تو تمہارا بیسٹ فرینڈ ہے ناں...... لیکن آج اسے یاد بھی نہیں تھا کہ تم وہاں ہو بھی یا نہیں...... یہی سچ ہے مسز مزدک کرمانی کہ تم اب اس گھر کے لوگوں کے دل سے اتر چکی ہو اور میں......''

''نہیں...... ایسا کبھی نہیں ہو سکتا...... یہ میرا گھر ہے...... اور وہ لوگ میرے اپنے ہیں...... جانتی ہوں ابھی آپ نے سب کو اپنے بس میں کر لیا ہے...... لیکن اتنا یاد رکھیے گا مزدک! ...... کہ میں مر کر ہی اس گھر سے جاؤں گی۔ سب جان لیں گے آپ کے اس نیک اور شریف چہرے کے پیچھے چھپے فریب کو...... اور پھر...... پھر کیا کریں گے آپ۔'' شہر بانو پچھلے دنوں پریشان ضرور رہی تھی لیکن اس کا گھر اور گھر والوں سے رشتہ اتنا گہرا ضرور تھا کہ کوئی یوں بلا جواز یہ رشتہ نہ توڑ سکتا تھا لیکن شہر بانو کے الفاظ پر بجائے پریشان ہونے کے مزدک ہنستے ہوئے بیڈ پر نیم دراز ہو گیا اور اس نے اپنی گہری سرمئی آنکھیں شہر بانو پر ٹکا دیں۔

''میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا گنوار! ...... کہ تم اتنا اچھا بولنے لگی ہوگی...... کتنی میٹھی ہے تمہاری آواز...... دل چاہتا ہے تم تمام عمر بولتی رہو اور میں سنتا رہوں......'' گہری سرمئی آنکھوں میں اترتا خمار شہر بانو کا خون کھولا گیا۔ اس کا دل چاہا وہ اس شخص کا خوبصورت چہرہ نوچ ڈالے۔ اسے ذرا بھی کسی کے جذبات کا احساس نہیں تھا۔ وہ بری طرح تپ چکی تھی۔

”اب تو میں آپ کو ایک سیکنڈ بھی اپنے کمرے میں برداشت نہیں کرسکتی۔ اس سے پہلے کہ میں خالہ کو آوازدوں نکل جایئے۔“ اس نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے درشت لہجے میں کہا لیکن مزدک نے بجائے اٹھنے کے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے برابر میں بیڈ پر بٹھادیا۔ سب کچھ اتنا اچانک ہوا کہ شہربانو خود پر قابو نہ رکھ سکی اور کسی ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح اس کے پہلو میں آن گری۔ اس کے بازو کو گرفت میں لیتے ہوئے اس نے شہربانو کے فرار کے سارے راستے مسدود کردیے اور پھر خوف کے مارے پھٹی ہوئی اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شرارت سے گویا ہوا۔

”تم پر...... تمہارے کمرے پر...... بلکہ تمہاری ہر چیز پر میرا اتنا اختیار ہے کہ تمہاری خالہ تو کیا...... دنیا کی کوئی طاقت مجھے چیلنج نہیں کرسکتی کہو تو ابھی ثابت کرکے دکھا سکتا ہوں۔ میں فریبی ہوں...... جھوٹا ہوں ناں...... اتنی زبان تو کبھی کسی نے نہیں چلائی میرے سامنے...... لیکن پتا نہیں کیا بات ہے آج کل تمہاری ہر بات اچھی لگتی ہے...... تمہاری بدتمیزیاں...... تمہاری غصے سے پھولتی ناک اور تمہاری یہ...... سیاہ آنکھیں...... مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم سے عشق نہ کر بیٹھوں۔“ وہ اس کی گرفت میں تڑپ رہی تھی خود کو آزاد کروانے کی کوشش کررہی تھی اور مزدک نہ جانے اسے تنگ کرنے کے لیے کیا سے کیا بولے چلا جارہا تھا۔

”ہاں...... کر بھی سکتے ہیں آپ تو عشق۔ ایک بار کیا ہزار بار۔ پہلے روحمہ...... پھر سنعیہ...... اور اب...... لیکن چاہے آپ جو بھی کریں مجھے اس گھر سے نہیں نکال سکتے۔ سمجھے آپ......“ اس کے ہاتھ سے خود کو چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے وہ تڑخ کر بولی۔

”اوہ...... واہ...... بڑی ہی دلیر ہو...... اور سمجھدار بھی...... لیکن مجھے تمہاری یہ بدتمیزی بالکل پسند نہیں...... اس کی سزا تو تم کو بھگتنا ہی ہوگی۔“ اس کے الفاظ نے مزدک کو بھڑکا دیا۔ اس نے انتہائی سنجیدگی سے یہ فقرہ بولا تو شہربانو کانپ کر رہ گئی۔

''پلیز ...... میں نے کیا بگاڑا ہے آپ کا ...... مجھے ......''

''یہی تو چاہتا ہوں ...... تم کچھ بگاڑ نہ پاؤ ......'' اس کی التجا کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وہ آہستگی سے اس پر جھکا، اسے اتنا قریب دیکھ کر شہر بانو پر جیسے سکتہ طاری ہوگیا۔ کوئی راہِ فرار نہ پا کر اس نے اپنی آنکھیں سختی کے ساتھ میچ لیں۔ مزدک نے اس پر جھکے ہوئے ایک پل کو اس کے کپکپاتے وجود کا بھرپور جائزہ لیا۔ وہ پہلے کی نسبت بالکل بدل گئی تھی۔ سیڈول بدن، سانولا چہرہ، لمبے گھنے بال جو اس پل بیڈ پر پھیلے ہوئے تھے۔ وہ اس لمحے پوری طرح اس کے اختیار میں تھی۔ مزدک کا دل چاہا وقت یہیں رک جائے اور یہ لمحے امر ہو جائیں لیکن اس کے کانپتے لب اور بند آنکھوں سے بہتے آنسو اس کی بے بسی کا پتہ دیتے تھے اور کسی کی بے بسی کا فائدہ اٹھانا مزدک کی سرشت میں نہیں تھا۔ اس نے نرمی سے اپنے جلتے ہوئے لب اس کی پیشانی پر رکھ دیے اور اس لمحے مزدک کو لگا آج وہ مکمل ہوگیا۔ دنیا کا ہر غم، ہر پریشانی اس لمحے ختم ہوگئی۔ ایک عجیب سی سرمستی تھی جو اسے رگ و پے میں اترتی محسوس ہو رہی تھی اور اس سے پہلے کہ جذبات کا سمندر بس میں نہ رہتا وہ تیزی سے سیدھا ہوا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے کمرے سے نکل گیا۔ اس کے جانے کے کتنے ہی لمحے بعد تک شہر بانو بے جان سی پڑی رہی۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ طوفان ٹل گیا ہے۔ اس کے ہاتھ میکانکی انداز میں اپنی پیشانی تک آئے مزدک کرمانی سے ایک بار پھر وہ شکست کھا چکی تھی۔ پیشانی پر دہکتے لمس نے اسے احساس دلایا تھا کہ اس بار شکست بہت خوفناک ہوئی تھی۔ اپنی بے بسی پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی لیکن اب شاید بہت دیر ہو چکی تھی۔ مزدک کرمانی کا منتر اس کی روح میں اتر چکا تھا۔ وہ چاہتی بھی تو اس درد سے نجات نہیں پا سکتی تھی۔



''سیدھی طرح یہ گھر چھوڑ دو ...... ورنہ میں تمہارا جینا مشکل کر دوں گا۔'' اس نے یہی کیا تھا اس پر آگہی کا ایسا در کھل گیا تھا کہ وہ خود سے بھی نظر نہیں ملا پائی تھی۔ زندگی

کے بے درد لمحے جیسے ٹھہر گئے تھے۔ وہ اپنی ضد میں اس کی ذات کا غرور مٹا گیا تھا لیکن وہ پھر بھی اس سے نفرت نہیں کر پا رہی تھی۔

''شہر بانو!...... تم یہاں کیا کر رہی ہو......؟'' روحمہ کی آواز پر وہ اس بری طرح چونکی کہ روحمہ شرمندہ سی ہو گئی۔

''میں نے ڈرا دیا ناں تم کو...... سوری...... اب کیسی طبیعت ہے۔ شکر ہے ٹمپریچر تو کم ہوا۔ کیا ہو گیا ہے تم کو شہر بانو۔ دو ماہ ہو گئے لیکن تمہاری چپ نہیں ٹوٹی۔ مجھ سے تو کہو میری جان، ہوا کیا ہے۔ کچھ فاطمہ آنٹی کا سوچو۔ بیچاری کتنی پریشان ہیں اور گھر پر بھی کتنا سناٹا چھایا ہے۔ تم ہی تو اس گھر کی جان ہو...... اور اگر......

''میری جان مزدک کرمانی نکال کر لے گیا ہے روحمہ اگر کبھی ملے تو ضرور پوچھنا۔ میں نے اس کا کیا بگاڑا تھا کہ وہ مجھ سے اتنی نفرت کرتا ہے۔'' سپاٹ لہجے میں اس نے یہ فقرے کہے اور وہاں سے اٹھ کر اندر چلی گئی اور روحمہ اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی۔ مزدک کے ایک دم چلے جانے نے اسے شک میں تو مبتلا کیا تھا لیکن واپس جا کر اس نے ایک بار پھر سب سے قطع تعلق کر لی تھی کہ کوئی چاہ کر بھی نہیں جان پایا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کیا ہوا تھا۔

زندگی معمول پر آنے لگی تھی۔ اس نے مزدک کرمانی کے غم کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا تھا۔ پہلے وہ گیا تھا تو شہر بانو نے شکر کی سانس لی تھی لیکن اب دن بدن وہ گھلتی جا رہی تھی۔ اس کے سامنے ایک بار پھر کوئی مزدک کا نام نہیں لیتا تھا لیکن اب اس کا دل ہر پل اسی کے نام کا ورد کرنے لگا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ مزدک کرمانی کی زندگی میں وہ کوئی مقام نہیں رکھتی لیکن دل تھا کہ کچھ سننے کو تیار نہ تھا۔ اب بھی اس کی پیشانی پر اس بے درد کا لمس دہکتا تھا۔ اب بھی اس کا گمبھیر لہجہ اس کے کانوں میں گونجتا تھا۔ اب بھی اس کی ساحر آنکھیں شہر بانو کو روح میں اترتی محسوس ہوتی تھیں اور ایسے لمحوں میں وہ بے پناہ روتی تھی آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے اور ایسے میں اسے مزدک کرمانی کا جھنجلایا ہوا لہجہ یاد آ جاتا۔

"باقی کے آنسو بچا کر رکھ لو...... میں مر جاؤں تو پھر رو لینا۔" یہ خیال اس کی جان جلا کر رکھ دیتا۔ کتنا سنگ دل تھا وہ۔ اسے ذرا پرواہ نہ تھی کہ کسی کے لیے اس کے الفاظ کتنے تکلیف دہ ہو سکتے تھے۔

"چار ماہ ہو گئے...... اس کا کچھ پتا نہیں تھا...... اس نے وہاں شادی کر لی ہو گی۔ بھلا اب وہ مڑ کر کیوں دیکھے گا۔ جب تک میں اس گھر میں ہوں وہ یہاں نہیں آئے گا۔ میں کیا کروں۔ یہ گھر چھوڑا تو مر جاؤں گی۔ ان رشتوں کے سوا میرے پاس ہے ہی کیا۔ آپ ٹھیک کہتے تھے مزدک۔ میں آپ کے نام کی زندگی جی رہی ہوں۔ کیا کروں مسز مزدک کرمانی کے علاوہ میری کوئی پہچان نہیں۔" دھیان بٹانے کے لیے اس نے آفس جوائن کر لیا لیکن جب دل کا غبار حد سے سوا ہو جاتا تو ڈائری لکھنے بیٹھ جاتی تھی اس کے سوا کوئی نہیں تھا جس سے وہ اپنا یہ درد کہتی۔

میں ہوش میں تھا تو اس پہ مر گیا کیسے
یہ زہر میری رگوں میں اتر گیا کیسے

"کاش خدا میری زندگی میں وہ گھڑی نہ لاتا جب......" ابھی وہ اتنا ہی لکھ پائی تھی کہ ایک ہاتھ آگے بڑھا اور مکمل استحقاق کے ساتھ اس نے ڈائری بند کر دی۔ وہ اس سچویشن پر ٹپٹا گئی۔ وہ گھر والوں کو مزید اپنی وجہ سے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"وہ...... میں......" اس نے کچھ وضاحت دیتے ہوئے مڑنا چاہا۔ اس کا خیال تھا کہ کوئی اس کی جاسوسی کرنے آ پہنچا ہے۔ "لیکن وہ ٹھٹک گئی۔ اس بار اتنا لمبا عرصہ نہیں بیتا تھا کہ وہ اسے پہچاننے میں کسی مغالطے کا شکار ہوتی۔ لمبا قد، سرخ و سفید چہرہ اور گہری سرمئی آنکھیں بھلا کون سا نقش تھا جو وہ اس چار ماہ کے عرصے میں بھلا پاتی۔

اس کا ذہن بالکل ماؤف ہو گیا۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ ایک بار پھر لوٹ آئے گا۔ وہ اسے اپنا قیاس ہی قرار دینے والی تھی کہ وہ مسکرایا اور چلتے ہوئے اس ٹیبل کے ساتھ آن کھڑا ہوا جہاں اب بھی شہر بانو کی ڈائری رکھی تھی۔ اس کے وجود سے اٹھتی مہک پورے ماحول کو اپنی گرفت میں لے چکی تھی۔ شہر بانو کا دل اس سنگ دل کو سامنے پا کر خوشی سے بے حال ہونے لگا۔ اسے روم روم میں اترتی سرمستی بالکل نہیں بھا رہی تھی لیکن اب خود پر بس ہی کہاں تھا۔ وہ دھیمے لہجے میں کچھ کہہ رہا تھا شہر بانو کا پورا وجود کان بن گیا۔

''میں بھی اتنے عرصے سے یہی سوچ رہا ہوں ...... کیسے ...... ہو گیا یہ سب۔ میں مزدک کرمانی اپنی ذات سے ہٹ کر کسی دوسرے کے لیے سوچنے لگا۔ میری اپنی ذات تو کہیں باقی ہی نہ رہی صرف وہ ...... کیسے ہوا، یہ جادو مجھ پر لیکن ...... شاید اسی کو محبت کہتے ہیں۔ شہر بانو کے اعصاب پر اس کے دھیمے لہجے میں رچے جذبے ہتھوڑے برسا رہے تھے۔ کم از کم اب وہ اس دشمن جان کے کسی نئے عشق کا قصہ سننے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔ وہ بنا اس پر ایک نگاہ ڈالے جھٹکے سے کھڑی ہوئی لیکن اس سے پہلے کہ وہ باہر نکل جاتی۔ مزدک نے اسے پکارا۔

''میری بات تو تم کو سننا ہی ہو گی مسز مزدک کرمانی! ...... آخر میرے نام کی زندگی جیتی ہو ...... اتنا حق تو بنتا ہے میرا۔'' اس کے الفاظ نے شہر بانو کو جھلسا کر رکھ دیا۔ ابھی جو الفاظ اس نے ڈائری میں لکھے تھے وہ مزدک کی زبان پر تھے۔ وہ رک گئی لیکن مڑ کر اس کی طرف نہ دیکھا تو وہ خود ہی اس کے قریب چلا آیا۔

''تو ...... تمہیں ...... مسز مزدک کرمانی کو ...... اس لڑکی کو جو بہت مضبوط ہے۔ جس نے اس گھر کو ...... اس گھر کے سبھی رشتوں کو سنبھال رکھا ہے، سچ کہوں تو جوڑ رکھا ہے، تم نے اس گھر کو اپنے پیار کی ڈور سے باندھ رکھا ہے۔ تم کو محبت ہو گئی ہے۔ مزدک کرمانی سے محبت۔'' ڈائری اس کے سامنے لہراتے ہوئے وہ اتنے استہزائیہ

انداز میں بولا کہ شہر بانو اپنی جگہ کٹ کر رہ گئی۔ اتنی ذلت سہنے کا تو اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ یہ وہ راز تھا جو اسے اس خود پسند شخص سے تو کبھی نہیں کہنا تھا لیکن جانے تقدیر میں ابھی کتنے دکھ سہنے لکھے تھے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ دل تھا کہ اس رویے پر تڑپ رہا تھا اور وہ اس کی حالت کا مزا لے رہا تھا۔

"کیا ہوا..... آج چپ کیسے ہو..... ڈانٹو مجھے..... اپنے کمرے سے چلے جانے کو بولو اور کچھ نہیں تو اماں کو بلاؤ..... ہاں..... یہ اچھا رہے گا سب کو بلا لو..... پھر میں سب کو بتاؤں گا کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔"

"ہاں..... ہے محبت..... تو کیا کرلیں گے آپ..... یہ میرا مسئلہ ہے..... میری غلطی ہے..... آپ کے لیے میں ایک بدصورت..... اور گنوار ہوں..... جسے آپ کی اماں نے زبردستی آپ کی زندگی میں شامل کر دیا..... جس کو ہر لمحہ رلا کر..... تکلیف دے کر آپ کو خوشی ہوتی ہے..... اللہ نے مجھے آپ کی طرح چاند جیسا چہرہ نہیں دیا لیکن ایک حساس دل ضرور دیا ہے جو محبت کرنا جانتا ہے اور جو اتنا گنوار ہے کہ اپنے درد سے بھی پیار کرنے لگا ہے لیکن آپ کو اس سے کیا۔ لاکھوں ہوں گی آپ کی دیوانی ایک میں بھی سہی۔"

ڈائری اس کے ہاتھ سے کھینچتے ہوئے شہر بانو کا ضبط جواب دے گیا۔ اس کی گہری سرمئی آنکھوں میں براہ راست دیکھتے ہوئے وہ انتہائی تلخی سے بولی اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں تیرتے موٹے موٹے آنسوؤں نے مزدک کو گنگ کر دیا تھا۔ شہر بانو کی بے پناہ ہمت نے اسے لاجواب کر دیا تھا۔

"اور اگر اب بھی آپ کا خود پسند دل مطمئن نہ ہوا ہو تو گھر والوں کو ہی نہیں ساری دنیا کو جمع کر لیجیے میں سب کے سامنے اس غلطی کا اقرار کرلوں گی پھر ضرور خوش ہوں گے آپ۔" آنسوؤں کا گولہ گلے میں پھنس گیا تھا مزید ایک لفظ بھی کہنا اس کے لیے ممکن نہ تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی ہوئی زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ مزدک بس ایک لمحہ ہی اس کے آنسوؤں اور ہچکیوں کو برداشت کر سکا۔ اس نے انتہائی ناگواری سے گہری سانس لی اور اس کے برابر زمین پر بیٹھ کر اس کے کندھوں کو سختی سے تھام لیا۔

"باقی کے آنسو بچا کر رکھ لو...... میں مر جاؤں تو......"

"کبھی تو اچھی بات بھی کیا کیجیے۔" اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے وہ تڑپ کر بولی۔ رونے کی وجہ سے سیاہ آنکھوں میں سرخ ڈورے تیر رہے تھے اور سانولے چہرے پر غم کے گہرے آثار تھے لیکن پھر بھی وہ یہ بات برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ اس کے بہتے آنسوؤں پر زندگی میں پہلی بار مزدک کو غصہ نہیں آیا تھا۔ وہ مسکرایا اور بے بس انداز میں آلتی پالتی مار کر پوری طرح پرسکون ہو کر بیٹھ گیا۔ شاید اب ہر راستہ بند ہو گیا تھا اور اس لمحے کے بعد اسے اس پگلی سی لڑکی سے دل کی ہر بات کہنا تھی کہ اس کی ان ہی اداؤں نے اس کے خود پسند دل کو دھڑکنا سکھایا تھا۔

"سچ کہتی ہو، مجھ سے محبت کرنا تمہاری بہت بڑی غلطی ہے اور یہ غلطی تمہیں تمام عمر بھگتنا ہوگی کیونکہ...... کیونکہ تم سے لڑتے لڑتے...... تمہیں تنگ کرتے، جانے کب مجھے سچ مچ تم سے عشق ہو گیا ہے۔"

"کیا...... فار...... گاڈ سیک مزدک!...... کیا بے ہودگی ہے یہ۔" مزدک کرمانی سے اظہار محبت سن کر بجائے خوش ہونے کے وہ تپ گئی۔ اسے لگا اب مزدک کوئی نئی چال چل رہا تھا اسے گھر سے نکالنے کی۔"

"واہ...... یہ کیا بات ہوئی...... تم کرو تو محبت...... میں کروں تو بے ہودگی۔ یہ تو غلط ہے اور ابھی تم نے تو کہا میں خود پسند ہوں اور بھلا مجھ جیسے خود پسند بندے کو اب کہاں اتنی بہادر لڑکی ملے گی جو نفرت کرے تو ڈنکے کی چوٹ پر...... محبت کرے تو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بنا کسی ڈر کے۔ یقین کرو بانو!...... مجھے تم سے محبت ہے۔"

انتہائی بے بسی سے محبت کا اقرار کرتا وہ کہیں سے بھی پہلے والا لڑتا جھگڑتا مزدک نہیں لگ رہا تھا۔

urdunovels.net

شہربانو نے ایک لمحے کو اس کا چہرہ دیکھا تو دل لرز سا گیا۔ گہری سرمئی آنکھوں سے چھلکتی نرم نرم محبت کی پھوار اس کی روح کو بھگونے لگی لیکن وہ ایک دم جھنجلا سی گئی۔ اسے اپنے آپ سے وحشت ہونے لگی۔

''مر بھی گئی ناں ..... تو بھی اس گھر سے نہیں جاؤں گی ..... مت سوچیں نئے نئے طریقے مجھے یہاں سے نکالنے کے۔'' وہ پھر کر اٹھنا چاہتی تھی لیکن اس نے اسے بازو سے پکڑ کر روک لیا۔

''کیسے یقین دلاؤں تم کو اپنا ..... سب کچھ چھوڑ آیا ہوں ..... تمہارے سوا کچھ سوجھتا ہی نہیں ..... کچھ اچھا ہی نہیں لگتا کہ میں .....''

''بس کیجیے ..... آپ کو جو کرنا ہے کریں ..... میں نہ کبھی آپ کے راستے میں آئی ہوں، نہ آؤں گی۔ آپ کے لیے یہ سب ایک اور مذاق ہوگا لیکن مجھ پر جو گزرے گی اس کا درد آپ کبھی نہیں سمجھ سکتے۔ میرے لیے یہ گھر .....''

''شٹ ..... اپ ..... بانو! ..... گھر ..... گھر اور ..... گھر ..... یہ اینٹ پتھر سے بنا گھر نظر آتا ہے تم کو اور یہ جیتا جاگتا چھ فٹ کا انسان جو بکواس کر رہا ہے وہ اتنی دیر سے تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ آئی لو یو یار! ..... سچ بالکل گنوار ہو تم۔'' وہ اس کی ایک ہی رٹ سے جھنجلا گیا تھا۔ اس کے تپے ہوئے لہجے پر شہربانو ذرا سا ڈر بھی گئی لیکن اس کے ''گنوار'' کہنے پر وہ بھی بھڑک گئی۔

''جیسی بھی ہوں آپ سے تو بہتر ہوں۔ اس سے پہلے کہ میں خالہ کو آوازدوں چلے جایئے میرے کمرے سے۔'' وہ ناگواری سے چلائی لیکن مزدک کے ہونٹوں پر پھیلتی معنی خیز مسکان اس کے تن بدن میں ایک عجیب سا احساس جگا گئی۔ کچھ عرصہ پہلے بھی یہی فقرے اس نے کہے تھے اور اس لمحے کے بعد وہ کبھی خود سے نظر نہ ملا پائی

تھی۔ ماتھے پر دہکتا لمس ایک بار پھر اسے بیقرار کر گیا۔ اس میں اتنی ہمت نہ ہوئی کہ نگاہ پھیر کر اس سنگ دل کو دیکھ لے جو اس وقت یقیناً اس کی حالت پر ہنس رہا تھا۔ دل میں اٹھتے شور سے گھبرا کر شہر بانو نے اس کے سامنے سے ہٹنا چاہا لیکن وہ اس کا ارادہ بھانپ گیا۔

''مجھے ایک آخری موقع دو بانو!......میں جانتا ہوں تم مجھ پر بھروسہ نہیں کرنا چاہتی ہو۔ مجھ سے محبت کر کے بھی تم کو مجھ سے کوئی امید نہیں ہے لیکن......آخری بار میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ بس وہ سن لو۔'' بنا اس کی طرف دیکھے وہ اس قدر سنجیدگی سے بولا کہ شہر بانو اپنی جگہ سے ہل نہ پائی۔

''میں مانتا ہوں......میں غلط تھا۔ میری وجہ سے تم ہمیشہ دکھی رہی۔ میں جب واپس آیا تو میرے دل میں تمہارے لیے نفرت تھی لیکن پہلے ہی دن جب تم نے کہا......مس نہیں مسز......مسز مزدک کرمانی......شاید اسی دن میری ساری نفرت ختم ہو گئی تھی۔ تم نے جتنی اپنائیت سے مجھ سے خود کو جوڑے رکھا یہ میرے لیے بہت خوبصورت احساس تھا۔ لیکن میں اس احساس کو سمجھ ہی نہیں پایا۔ میں سنیعہ سے کمٹمنٹ کر چکا تھا اور میرے لیے وہ بہت اہم تھی۔ اسی لیے میں چاہتا تھا تم گھر چھوڑ کر چلی جاؤ۔ میں تم سے چڑتا تھا لیکن جب تم سب سے ہنستی بولتی اور مجھے اگنور کرتی تو مجھے بہت برا لگتا تھا۔ عجیب کیفیت تھی ان دنوں کچھ سمجھ نہیں آتا تھا۔ اس رات جب ہم دونوں مہندی کے لیے جا رہے تھے تو میں نے تمہارا بالکل نیا روپ دیکھا۔ تم بظاہر جتنی بہادر نظر آتی ہو دل سے اتنی ہی ڈری سہمی ہو۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو رہا تھا۔ مجھے تمہاری لاپرواہی ستانے لگی تھی۔ میں چاہتا تھا تم ہر وقت صرف میرے بارے میں سوچو۔ میں نے تم کو گھر سے چلے جانے کا کہہ دیا۔ میں تم کو جلانا چاہتا تھا۔ اپنی الجھن میں، میں عجیب حرکتیں کر رہا تھا۔ میرے لیے تم سب سے اہم ہو گئی تھیں۔ دل تو ہر لمحہ یہ کہتا لیکن دماغ اس حقیقت کو مانتا نہیں تھا۔ جس سے ہمیشہ نفرت کی ہو وہ اتنا اہم کیسے ہو سکتا تھا لیکن ایسا ہو گیا تھا اور اس رات میں سچ مچ تمہیں ڈھونڈتا ہوا تمہارے کمرے تک آ گیا تھا۔ تم کافی دیر سے نظر نہیں آئی تھیں اور میرا دل شاید وہ

پل اس لیے ہماری زندگی میں آئے تا کہ ہم کو ایک دوسرے کا احساس ہو سکے۔ ہم جس مضبوط رشتے میں بندھے ہیں اس کی اہمیت یاد آ جائے ہمیں اور وہی ہوا۔ میں تب ہی سب کہہ دیتا لیکن ...... ارے ...... اب کیوں رو رہی ہو تم۔" جذبوں سے گندھے لہجے میں وہ اپنی ہر غلطی کا اعتراف، ہر جذبے کا اقرار کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا اب تو وہ اس کے احساسات کو سمجھے گی لیکن اس پر نظر پڑتے ہی وہ چونک گیا۔

"کیا ہو گیا بانو! ...... پلیز بتاؤ نا ......" اس کا چہرہ اوپر کرتے ہوئے مزدک نے نرمی سے پوچھا تو وہ اور بھی دھواں دھار رونے لگی۔ اس کے یوں روئے چلے جانے پر مزدک پریشان ہو گیا۔

"ہوا کیا ہے یار! ...... ایسا کیا کہا ہے میں نے ......"

"سب کچھ کہا ہے لیکن بس ایک سوری نہیں کہی۔" آنسو صاف کرتے ہوئے وہ روٹھے پن سے بولی تو مزدک ایک پل کے لیے ٹھٹک سا گیا اس کے لہجے کی ہمیشہ والی بیگانگی غائب تھی اور اس کی جگہ وہ مخصوص اپنائیت بھرے لہجے میں شکوہ کر رہی تھی جو آج سے پہلے سب کے لیے تھا۔ وہ آہستگی سے کھسک کر شہر بانو کے قریب ہو گیا اور محبت سے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"سوری تو غیروں سے کہا جاتا ہے، اپنوں سے تو صرف محبت کی جاتی ہے۔" خمار آلود لہجے میں وہ کہتا اس پر جھکا تو شہر بانو کا رنگ اڑ گیا۔ دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ بری طرح گھبرا گئی اس قربت سے۔

"اے ...... مسز مزدک کرمانی! میری طرف دیکھو ناں۔ بس ایک بار اور اتنی ہی بہادری سے کہہ دو تمہیں مجھ سے محبت ہے۔" اس کی جھکی آنکھیں، لرزتی پلکیں اور

سلونے چہرے پر چھائے حیا کے رنگ مزدک کو شرارت پر مائل کر رہے تھے۔ شہر بانو کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہے تو کیا۔ پہلے اس کی بے اعتنائیاں ستاتی تھیں اور آج گمبھیر لہجے میں محبت کا اقرار اس کے دل کو دیوانہ کر رہا تھا۔

''یوں آسانی سے تو آپ کی جان نہیں چھوٹنے والی کچھ تو کہنا پڑے گا۔'' وہ اس کے جھکے سر سے شرارت سے اپنا سر ٹکراتے ہوئے بولا تو وہ اس کے یوں ستانے پر چڑ سی گئی۔

''کیوں اور کہنے والی کم ہیں کیا۔ جائیے اپنی سنیعہ کے پاس۔ مجھ سے زیادہ فری مت ہوں آپ۔'' اسے آہستہ سے پرے دھکیلتے ہوئے وہ جھنجلا کر بولی تو وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔ اس کی خوشگوار ہنسی شہر بانو کی روح تک اتر گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے اس لمحے کی خوبصورتی پر خدا کا شکر ادا کیا۔ اس کی زندگی میں وہ خوشی آئی تھی جس کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔

''ظاہر ہے..... جب تک آخری کانٹا نہیں نکلے گا تم کہاں مجھے لفٹ دو گی۔ یہاں سے گیا تو عجیب حالت تھی..... ہر لمحہ..... ہر پل تمہارے علاوہ کچھ نہیں سوجھتا۔ اچھا خاصا مجبور بندہ اور ایسی دیوانگی۔ تیسرے ہی دن جا کر سنیعہ سے معافی مانگ لی کہ مجھ پر تو کسی جادوگرنی نے وار کر دیا ہے۔ جسے میری ہر چیز سے محبت ہے..... میرا گھر..... میرے گھر والے..... میرے بھی اور اب مجھے اس کے پاس جانا ہے تا کہ وہ سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرے..... مجھے چاہے۔ خوش قسمتی سے سنیعہ یہ بات سمجھ گئی کہ میں اب کسی کام کا نہیں رہا..... تو اس نے مجھے ہر وعدے سے آزاد کر دیا۔''

''اور..... اگر وہ آزاد نہ کرتی تو۔'' وہ ایک دم بولی۔

''تو.....'' اس کے سوال پر مزدک ایک پل کو رکا۔

”ہاں ..... تو کیا کرتے آپ .....“ اس کے چہرے کا اڑتا رنگ مزدک کو رشک میں مبتلا کر گیا۔ ایسی ہی تو صحبت چاہی تھی اس نے۔
”تو ..... تو میں تمہیں وہاں بلوا لیتا اور سنیعہ سے کہتا اب تم دونوں بہنیں بن کر ایک ہی گھر میں رہو۔“
”کیا ..... مار نہ ڈالتی میں آپ کو۔“ اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہی شہر بانو نے اسے پیچھے دھکا دیا تو اس کا قہقہہ پورے کمرے میں گونج اٹھا۔
”ارے ..... میں تو تمہیں صرف گنوار سمجھتا تھا۔ تم تو اچھی خاصی پہلوان بھی ہو۔ اب میں بتاؤں گا اماں کو ..... آپ کی لاڈلی بہو مجھ پر اپنی پہلوانی آزماتی ہے۔“
”ہاں ..... آپ خالہ سے مل آئیں ..... ورنہ .....“
”ورنہ کچھ نہیں ہونے والا ..... ڈانٹ پھٹکار سن کر آرہا ہوں سب سے اور ایک ”وہ“ تمہاری باڈی گارڈ رحمہ ..... پتا نہیں کہاں سے میرا نمبر لے کر مجھے وہ سنائیں کہ حد نہیں۔ میں نے تو اسی پل کانوں کو ہاتھ لگائے اور واپس بھاگا۔ جب اس نے بتایا کہ میری پیاری سی بیوی نے رو رو کر خود کو ہلکان کر رکھا ہے تو پہلی فلائٹ سے واپس آیا ہوں۔“
”اتنا احسان مت جتائیں ..... مشکل تھا تو نہ آتے ..... یہاں کسے پرواہ ہے۔“ شہر بانو لاپرواہی سے کہتے ہوئے کھڑی ہوئی تو مزدک کے چہرے کا رنگ ایک دم فق ہو گیا۔ وہ اتنی دیر سے اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا اور وہ تھی کہ مسلسل بے یقینی جتا رہی تھی۔
”اچھا ..... تو تم کو میری کوئی پرواہ نہیں ..... ٹھیک ہے ..... شاید مجھ سے غلطی ہوئی۔ سوچتا تھا جسے مجھ سے وابستہ ہر شے سے محبت ہے وہ میرا اعتبار کیوں نہ کرے گی۔ مجھ سے محبت کیوں نہ کرے گی ..... لیکن تم ..... اب کون سا دیر ہوئی ہے یاد رکھنا اب گیا تو کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گا۔“ وہ اس کے برابر کھڑے ہوتے ہوئے اپنے مخصوص کھرے لہجے میں بولا تو شہر بانو نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ اس لمحے کتنا نا مکمل سا لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے مخصوص مغرور تاثرات کی جگہ ایک تکلیف دہ اداسی نے لی

تھی۔اعتبار تو وہ کر ہی چکی تھی اس پر اب وہ کیسے جانے دیتی۔اس نے دروازہ کھولنے کے لیے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور اسی لمحے شہر بانو نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔محبت کو گنوانے سے کہیں بہتر تھا وہ ذرا سا حوصلہ کر لیتی۔"اس کے استحقاق بھرے انداز پر مزدک نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"وہ......میں یہ کہہ رہی تھی جی......مجھے آپ کی ہر چیز سے محبت ہے۔آپ کے گھر سے......سب گھر والوں سے......آپ سے جڑے ہر رشتے سے......لیکن آپ رکتے تو آپ کو سب سے بڑھ کر چاہتی......خیر......آپ جا ہی رہے ہیں تو......"

"اب میں مار ڈالوں گا تم کو......سمجھی تم۔"اسے چٹیا سے کھینچتے ہوئے مزدک نے خود سے قریب کر لیا۔ایک ہی لمحے میں وہ اس کی شرارت سمجھ گیا تھا اور اب وہ اس کو فرار کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

"چاہنا ہی ہوگا مجھے سب سے زیادہ......ورنہ مار ڈالوں گا تم کو۔"اس نے دھونس بھرے انداز میں دھمکی دی تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔مزدک نے بانہوں کا گھیرا تنگ کرتے ہوئے اس کی ہنسی کے رنگوں کو دل میں اتارا۔آنکھوں سے خود پسندی کی پٹی ہٹی تو وہ ساری دنیا سے پیاری لگنے لگی۔

"کتنی پیاری لگتی ہو ہنستے ہوئے اور ہر ٹائم روتی ہو۔میں ان آنکھوں میں ہمیشہ ہنسی دیکھنا چاہتا ہوں۔بولو ناں......ہمیشہ ہنسو گی ناں میرے لیے۔"اس کی بانہوں کے گھیرے میں وہ بالکل گنگ ہو چکی تھی۔اس کی نگاہ اٹھ نہیں رہی تھی اور کہاں سے اتنی ہمت لاتی کہ کچھ کہہ پاتی۔اس نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑانا چاہا جس کی ہر دھڑکن اس لمحے اسے پکار رہی تھی۔

"وہ میں......"

”ارے..... ابھی سے کہاں چل دیں مسز مزدک کرمانی!..... ویسے بولے جاتی ہو۔ جب میں بولتا ہوں تو زبان چپک جاتی ہے حلق سے۔ اب میں جو بولوں گا تم سب مانو گی کیونکہ اس بار تم اپنی مرضی سے میرے پاس آئی ہو اور اب کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔“ خمار آلود لہجے میں کہتا ہوا اس پر جھکا تو شہر بانو بری طرح گھبرا گئی ساری ہمت جواب دے چکی تھی۔ مزدک کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بمشکل اس کے اور اپنے درمیان فاصلہ کر پائی۔

”دیکھیے مجھے تنگ نہ کریں..... ورنہ میں خالہ سے شکایت کر دوں گی۔“ کوئی راہ فرار نہ پا کر اس نے کمزوری دھمکی دی۔ جس کو سنتے ہی وہ ہنسنے لگا۔ شہر بانو نے جھنجلا کر اسے دیکھا لیکن اس کے چہرے سے چھلکتی محبت اور خوشی شہر بانو کو گنگ کر گئی۔ وجیہہ تو وہ ویسے بھی بہت تھا لیکن اس پل تو نظر لگ جانے کی حد تک پیارا لگ رہا تھا۔

”دیکھو..... مجھے اتنے پیار سے مت دیکھو۔ ورنہ میں تمہاری خالہ سے شکایت کر دوں گا کہ آپ کی بہو مجھ پہ بے ایمان ہے۔“ وہ اس لمحے پوری طرح متوجہ تھا تو اس کی چوری بھلا کیسے نہ بھانپ لیتا لیکن اس کے فقرے پر شہر بانو اپنی ہنسی روک نہ سکی۔ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے دونوں ہنسے جا رہے تھے اور پھر شہر بانو نے اس کے کندھے پر سر ٹکا دیا۔ محبت کی بارش میں بھیگنا کتنا خوبصورت احساس ہے یہ آج پہلی بار اس نے جانا تھا۔ کچھ دیر پہلے تک اسے مزدک کرمانی سے کتنے شکوے تھے اور اب اس کی بانہوں میں، اس محبت کے حصار میں اسے ہر شکایت مٹتی محسوس ہو رہی تھی اور ہونٹوں پہ اس محبت کے امر ہونے کی دعائیں تھیں۔ برسوں ان کے بیچ دوریاں رہی تھیں لیکن آج وہ دونوں جان گئے تھے کہ ایک دوسرے سے الگ سمتوں میں چلتے ہوئے بھی وہ کبھی ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ ان کے بیچ نکاح جیسا مضبوط بندھن تھا جس نے آخر ان دونوں کو محبت کرنا سکھا دیا تھا۔

